9

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

25 ربیع الاول تا 2 ربیع الثانی 1432ھ / یکم تا 7 مارچ 2011ء

اس شمارے میں

سیاسی مفاہمت کی کہانی

سچا اُمتی کون؟

انبیاء و رسل کی بنیادی ذمہ داری

تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور پس پردہ حقائق

جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے......

پاکستان کو پاکستان بنانے کے لیے......

اُمت کا تصور عام کیجیے!

قبائلی عہد اور جاہلی رسموں میں گندھے ہوئے معاشرے میں پہلی بار ایک ایسا تصور ابھرا جو کسی قبیلے، کسی نسل، کسی زبان، کسی علاقے اور کسی رنگ کا ترجمان نہیں بلکہ پوری انسانیت پر مبنی تھا، وہ تھا ''تصور امہ'' اور اس تصور کو امام انسانیت ﷺ نے ابھارا، نکھارا اور سنوارا، جس کے باعث اہل اسلام کو عالمی سطح پر اپنا کردار ابھارنے، اپنا تہذیبی رنگ روپ نکھارنے اور اپنا مقدر سنوارنے کا موقع نصیب ہوا۔ بے شمار قبائل و شعوب ملت کے قالب میں ڈھلنے لگے۔ انسان کو پہلی بار ''بنی آدم'' ہونے کا پُر فخر احساس ہوا، ورنہ اس سے پہلے کسی کا رنگ اور علاقہ دیکھ کر اس کا تشخص متعین ہوتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جونہی وحدت ملی کا رنگ بکھرا، انسانیت کا شیرازہ بکھرنے لگا اور تہذیبی توازن بگڑنے لگا۔ پھر وہی من وتو کے جھگڑے، وہی احمر و اسود کے شاخسانے، وہی قرشی و حبشی کے شوشے، وہی عربی و عجمی کے بکھیڑے اور وہی یورپی اور ایشیائی کے فتنے پیدا ہو گئے۔ دونوں عظیم جنگوں نے اسی ''قومیت'' کے فتنے سے جنم لیا۔ اہل اسلام بھی اس رو میں بہنے لگے۔ کہیں قومیتیں الجھ پڑیں۔ کہیں سرحدیں خونی لکیر بن گئیں۔ کہیں مذہبی فرقے شعلہ بداماں اور کہیں سیاسی گروہ کف دریا نظر آنے لگے۔ امت گروہوں میں بٹ کر اپنا مقدر عالمی سامراج کے ہاتھ گروی رکھ بیٹھی ہے۔ کچھ عرصے سے اسلامی احیائی تحریکوں نے پھر سے اہل اسلام میں امہ کے تصور کو اجاگر کرنا شروع کیا ہے۔ اس لیے کہ عالمی سامراج نے جب بھی مسلمانوں کو سزا دی ہے، بطور سنی اور شیعہ، مقلد اور غیر مقلد نہیں اور نہ سوڈانی، ترکی اور ایرانی سمجھ کر بلکہ اُمت کو اپنا ہدف بنایا ہے، تو کیوں نہ عالمی سامراج کا مقابلہ اُمت بن کر کیا جائے۔ یہ تصور رفتہ رفتہ قبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ مفادات عاجلہ کے اسیر سیاسی مہاشے اس بات کو نہیں سمجھ پائیں گے۔ ان کے لیے صوبے، لسانی قومیتیں اور چھوٹے چھوٹے گروہ مفید ہیں، لیکن عام افراد امت کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ ''امہ'' کے شعور کو عام کریں۔

وحدت ملی

خورشید احمد گیلانی

الھدیٰ (453)

سورۃ التوبہ

(آیات: 96 تا 99)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا
وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ
بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾

’’یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ۔ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔ دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام (شریعت) اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف (ہی) نہ ہوں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ اُنہی پر بری مصیبت (واقع) ہو اور اللہ سُننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو، وہ بے شُبہ ان کے لئے (موجب) قربت ہے۔ اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

مسلمانو! یہ لوگ تمہارے پاس آ کر اس لیے قسمیں کھا رہے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی مدینہ میں رہتے تھے۔ اُن کے بھائی بند اور دوست احباب تھے، اوس اور خزرج کے ساتھ رشتہ داریاں تھیں اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس طرح ان کا حقہ پانی بند ہو جائے۔ اُن کی پوری کوشش تھی کہ سارے مسلمان ہم سے بدظن نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم معاشرے میں اچھوت بن کر رہ جائیں گے۔ اس لیے وہ لوگوں کے پاس جا جا کر اُن کو اپنی مجبوریاں اور عذر بتاتے تھے اور انہیں باور کراتے تھے کہ ہماری نیتوں پر شک نہ کرو۔ ہماری کچھ مجبوریاں تھیں۔ تو اے مسلمانو! یہ تمہارے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ تعالیٰ ان نافرمانوں سے راضی ہونے والا نہیں۔

اب دیہاتی بدوؤں کے بارے میں فرمایا کہ یہ بادیہ نشین کفر و نفاق میں اور بھی زیادہ سخت ہیں۔ یہ اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف ہی نہ ہوں۔ مدینے والے تو پھر بھی حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ انہیں آپؐ کی تعلیم سے استفادہ کے مواقع میسر آتے ہیں۔ جمعے کے خطبے ہوتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے پند و نصائح سنتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس بادیہ نشینوں کا معاملہ یہ تھا کہ کبھی کبھار ہی مدینے میں آتے تو حضور ﷺ کی محفل نصیب ہوتی تھی۔ دور ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ان کی تربیت نہیں ہو سکی۔ لہٰذا یہ اعراب کفر و شرک اور نفاق میں شدید تر ہیں۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔

اور ان بدوؤں میں وہ بھی ہیں کہ جو کچھ انہیں خرچ کرنا پڑتا ہے اُسے وہ تاوان سمجھتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ و عشر جو ان پر عاید ہو گئے ہیں اور اسلامی نظام کے تحت دیگر محصولات انہیں دینے پڑ رہے ہیں، انہیں ایسا لگتا ہے گویا یہ اُن پر تاوان پڑ گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے تو کوئی ایسا نظام موجود ہی نہ تھا۔ اب وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ کوئی گردش زمانہ آئے جو مدینے میں قائم ہونے والی اس حکومت کو ختم یا تبدیل کر دے، تاکہ انہیں عشر و زکوٰۃ اور دیگر محصولات ادا نہ کرنے پڑیں۔ اصل میں بری گردش (یعنی منافقت) خود ان پر مسلط ہے، اور یہ اصل برائی ہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور اعراب میں سب کے سب ایسے نہیں تھے بلکہ فرمایا کہ ان میں ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور جو چیز بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعائیں اور عنایات انہیں حاصل ہوں گی۔ گویا سب کے سب بدّو منافق نہ تھے بلکہ ان میں صاحب ایمان بھی تھے۔ آگاہ ہو جاؤ، اُن کا یہ انفاق یقیناً ان کے لیے قربِ الٰہی کا باعث ہو گا۔ اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عذابِ قبر

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ لَا اَنْ لَّا تَدَافِنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (اپنے مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوائے۔‘‘

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

25 ربیع الاول تا 2 ربیع الثانی 1432ھ جلد 20
یکم تا 7 مارچ 2011ء شمارہ 9

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیاسی مفاہمت کی کہانی

پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے میثاقِ جمہوریت کی بنیاد پر مفاہمت کی جس سیاست کا آغاز کیا تھا اُس میں آغاز ہی سے عدم اعتماد کی جھلک تھی۔ اُس وقت کے صدر مشرف نے محسوس کیا تھا کہ یہ اتحاد اُن کی مخالفت میں قائم کیا گیا ہے اور اُن کے اقتدار کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ میثاق جمہوریت پر دستخط ہونے سے بہت پہلے جب ابھی نواز شریف سعودی عرب میں ہی مقیم تھے، مشرف نے نواز شریف سے معاملات طے کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تھی لیکن بُری طرح ناکام ہوا تھا، یہاں تک کہ اُس نے شہباز شریف کو نواز شریف کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی، کیونکہ یہ اطلاعات پہنچ چکی تھیں کہ اُن کی فوجی حکومت سے تعلقات بنانے کے معاملے میں دونوں بھائیوں میں اختلاف ہے۔ اُس نے اِن اختلافات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی لیکن شہباز نے حکومتی کارندوں پر واضح کر دیا کہ وہ بڑے بھائی کی رضامندی کے بغیر کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا۔ مشرف شریف برادران سے پہلے ہی مایوس ہو چکا تھا لہٰذا میثاق جمہوریت کے دوسرے فریق یعنی پاکستان پیپلز پارٹی سے رابطہ کیا گیا اور اُسے اقتدار میں حصہ دار بنانے کی پیش کش کی گئی۔ اُن دِنوں کی خبروں کا غور سے جائزہ لیا جائے تو معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ بے نظیر بھٹو میثاقِ جمہوریت کی بنیاد پر نواز شریف سے کیے گئے عہد سے کچھ نہ کچھ سرک گئیں تھیں۔ نواز شریف کے گِلہ آمیز بیانات اُسی دوران آئے تھے۔ 9 مارچ 2007 کو شروع کی گئی وکلاء تحریک نے جب زور پکڑا تو امریکہ اور اُس کے سب سے بڑے اتحادی برطانیہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر صدر مشرف کا اقتدار اس تحریک کی نذر ہو گیا تو پاکستان کی اگلی حکومت افغانستان کی جنگ کے حوالہ سے کوئی مخالفانہ پالیسی اختیار نہ کر لے۔ لہٰذا امریکہ نے برطانیہ کے سپرد یہ ٹاسک کیا کہ وہ مشرف اور بے نظیر میں مفاہمت کرا دے اور بے نظیر سے یہ معاملہ طے کر لیا جائے کہ وہ بعد از مشرف بھی اُس کی افغان پالیسی کو جاری رکھے گی۔ بے نظیر بھٹو اُن دنوں دبئی میں زیادہ وقت گزارتی تھی، لہٰذا مشرف اور بے نظیر کے درمیان معاملات طے کرائے گئے جس میں برطانیہ نے کلیدی رول ادا کیا۔ ان ہی دنوں سپریم جوڈیشل کونسل نے چیف جسٹس چودھری افتخار کو بحال کر دیا، جس پر صدر مشرف خود بھاگتے ہوئے دبئی پہنچے اور بے نظیر کے ساتھ اقتدار کی شیئرنگ کا معاہدہ کر لیا۔ معاہدہ اگرچہ صیغہ راز میں رکھا گیا تھا لیکن عوام کو اس کی سُن گُن ہو گئی اور مشرف سے نفرت کی وجہ سے عوام نے بے نظیر کے اس سیاسی قدم کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشرف کے ساتھ معاہدہ بے نظیر نے زبردست امریکی اور برطانوی دباؤ کے نتیجہ میں کیا تھا جس پر وہ خود بھی دلی طور پر آمادہ نہیں تھی۔ صدر مشرف نے جب محسوس کیا کہ چودھری افتخار کی سربراہی میں سپریم کورٹ اُس کے خلاف فیصلہ دینے کو ہے تو اُس نے 3 نومبر 2007ء کو ملک میں ایمرجنسی نافذ کر کے سپریم کورٹ کے بعض جج حضرات خصوصاً چودھری افتخار کو گھر پر نظر بند کر دیا۔ بے نظیر اُس وقت دبئی میں تھی۔ مشرف سے معاہدے پر وہ پہلے ہی دلی آمادگی نہیں پا رہی تھی لہٰذا وہ پاکستان پہنچی اور مشرف کے دشمن چودھری افتخار کی حمایت کا کھلم کھلا اعلان کر دیا۔ امریکہ نے جب محسوس کیا کہ بے نظیر نے راستہ بدل لیا ہے تو اُنہوں نے اُسے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

امریکہ جانتا تھا کہ پیپلز پارٹی میں اور کوئی ایسا لیڈر موجود نہیں جو امریکی دباؤ کو برداشت کر سکے، لہٰذا بے نظیر کی موت کے بعد جو بھی پیپلز پارٹی کا سربراہ بنے گا اُسے اپنی راہ پر ڈالنا مشکل نہیں ہوگا۔ کوئی الزام لگانا مقصود نہیں لیکن حالات و واقعات اور امریکی طریقہ واردات کا جائزہ لینے والے کسی تجزیہ کار کے لیے اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل نہیں کہ چاہے امریکیوں نے آصف زرداری کو یہ نہ بتایا ہو کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں لیکن

آصف زرداری سے اس حوالہ سے رابطہ لازماً ہوا ہوگا اور اُس کے خیالات کا جائزہ لیا گیا ہوگا۔ اُس سے اس قسم کے سوالات پوچھے گئے ہوں گے کہ اگر پاکستان کا اقتدار آپ کے حوالے کیا جائے تو آپ امریکہ سے کیسے تعلقات قائم کریں گے؟ افغانستان کی جنگ میں پاکستان کس حد تک جائے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اُس وقت زرداری سمجھ سکے ہوں یا نہیں کہ مجھ سے اس قسم کے سوالات کیوں پوچھ رہے ہیں۔ بے نظیر کے قتل کے بعد جب کہ آصف کو اقتدار میں لانے کی امریکی کوششیں کھل کر سامنے آگئیں تو آصف زرداری سمجھ گئے کہ بے نظیر کا قاتل کون ہے۔ اِس لیے وہ کہتے ہیں کہ میں بے نظیر کے قاتلوں کو جانتا ہوں اگرچہ اب امریکہ اُنہیں اپنا محسن نظر آتا ہے، لہٰذا بے نظیر کے قتل کا معمہ حل کرنے کے لیے پیشرفت وہ بھی نہیں چاہتے۔ وگرنہ کیسے ممکن ہے کہ حکومتی ایجنسیاں قاتلوں کی نشاندہی نہ کرسکیں۔ اسی لیے اس حوالہ سے بہت سے سوال اُٹھتے ہیں۔ آصف زرداری تفتیش میں پیشرفت نہ ہونے کے سوال پر انتہائی برہم کیوں ہوجاتے ہیں؟ بے نظیر کا ذاتی گارڈ خالد شہنشاہ بلاول ہاؤس کراچی سے نکلتا ہوا اندھی گولیوں سے کیوں قتل ہوگیا؟ رحمان ملک اور بابر اعوان کو کیوں شامل تفتیش نہیں کیا جارہا؟ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن نواز شریف مشرف دشمنی میں اندھے ہوچکے تھے۔ وہ بے نظیر کی ہلاکت کے بعد اُس کی قلابازیوں کو بالکل فراموش کر گئے اور سارا الزام مشرف پر دھر دیا اور آصف زرداری سے ازحد تعلق اور تعاون پر تیار ہوگئے۔ یہاں تک کہ بطور احتجاج انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا۔ آصف زرداری اس سنہری موقعہ سے فائدہ نہ اُٹھانے کی غلطی کیوں کرتے۔ ہر شخص جانتا تھا کہ جتنی جلد انتخابات ہوں گے بے نظیر کارڈ اُتنا ہی فائدہ مند ثابت ہوگا، یعنی بے نظیر کا خون انتخابات میں کامیابی کے لیے اہم ترین رول ادا کرسکے گا۔ لہٰذا انہوں نے "پاکستان کھپے" کا نعرہ لگاتے ہوئے PPP کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کردیا۔ قصہ مختصر انتخابات کے نتیجہ میں PPP قومی اسمبلی میں واحد اکثریتی جماعت تو نہ بن سکی البتہ سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ نواز شریف نے پیپلز پارٹی کی حکومت سازی میں پوری مدد کی، یہاں تک کہ زرداری کے اصرار پر خود بھی حکومت میں شامل ہوگئے۔ بعد کی کہانی سب جانتے ہیں۔ آصف زرداری صدر مشرف کو بلیک میل کرکے اپنے لیے مراعات لیتے رہے۔ اُنہوں نے مشرف کے ذریعے ڈوگر کورٹ سے یہ فیصلہ بھی حاصل کرلیا کہ قومی اسمبلی کی رکنیت کے لیے گریجویٹ ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ آصف زرداری کی شروع سے نیت یہ تھی کہ صدر مشرف سے تمام ضروری کام نکلوا کر اُنہیں ایوان صدر سے رخصت کردیا جائے اور اُن کی کرسی یعنی کرسی صدارت حاصل کرلی جائے، کیونکہ صدر بننے کے لیے کم از کم شرائط وہی ہیں جو قومی اسمبلی کا ممبر بننے کے لیے ہوتی ہیں۔ لہٰذا گریجویشن کی شرط ختم کردی گئی۔ صدر زرداری نے وعدہ خلافیوں کے ریکارڈ قائم کرنے شروع کیے اور یہاں تک کہہ دیا کہ سیاسی وعدہ کوئی قرآن و حدیث نہیں ہوتا۔ وہ نواز شریف کو بھی صدر مشرف دکھا کر بلیک میل کرتے رہے۔ نواز شریف کا معاملہ یہ ہے کہ جب 80 کے عشرے میں انہوں نے سیاست کا آغاز کیا تو وہ جرنیلوں سے ملنے میں بڑا فخر محسوس کرتے تھے اور اپنی سیاسی زندگی میں اُن کے مشوروں پر سختی سے عمل کرتے تھے اور اب اُن کا یہ حال ہے کہ جرنیل اگر مشرق کا رُخ کریں تو وہ مغرب کا کرتے ہیں، یعنی پہلے ایک انتہا پر تھے اور اب دوسری انتہا پر ہیں۔ امریکہ اور یورپ جیسے ممالک میں فوج عملی سیاست سے بالکل لاتعلق رہتی ہے، لیکن سیاست دان حکومتی کاموں میں خصوصاً خارجہ پالیسی میں اُن کی سوچ اور خیالات کو اپنے فیصلوں میں بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ خصوصاً امریکہ میں وائٹ ہاؤس کو مکمل بالادستی حاصل ہے لیکن وہائٹ ہاؤس پنٹاگون کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا، وہاں بھی جرنیل کبھی کبھار بلاواسطہ اور اکثر بالواسطہ پالیسی سازی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نواز شریف کی اس انتہا پسندی کو آصف زرداری نے خوب کیش کرایا اور جمہوریت کو خطرہ دکھا دکھا کر نواز شریف کو بلیک میل کرتے رہے اور سرکاری خزانے میں انہوں نے اور اُن کی جماعت نے خوب لوٹ مچائی جس پر جہاں عوامی سطح پر آصف زرداری اور پیپلز پارٹی سے نفرت بڑھی تو وہاں نواز شریف کی فرینڈلی اپوزیشن نے عوام کو خاصا برہم کیا اور اُس کی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی۔ عوامی دباؤ نواز شریف پر اس قدر بڑھ چکا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بوجھل دل سے حکومت کو چیلنج کرنے جارہے ہیں، اس ڈر اور خوف کے ساتھ کہ کسی تحریک کا جرنیل فائدہ نہ اُٹھالیں۔ بہرحال سیاسی مفاہمت کی کہانی کا ڈراپ سین ہونے کو ہے۔ اس کے ساتھ ہی جاں بلب میثاق جمہوریت بھی آخری ہچکی لے کر اپنی موت مرجائے گا۔ آنے والے حالات بتائیں گے کہ صدر زرداری اور پیپلز پارٹی کے خلاف نواز شریف کی حقیقی اپوزیشن کیا رنگ دکھاتی ہے۔ نئے انتخابات اور نئی حکومت یا انارکی اور نئی چیپ راست؟؟

نیوز آف دی ویک

خبر: آئی ایس آئی، سی آئی اے سے راستے جدا کرنے پر تیار

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

خبر: بڑی دیر کی مہرباں "فیصلہ کرتے کرتے"۔ بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا کھیل ایک عرصہ سے اہل پاکستان کے لیے دکھوں اور مایوسیوں کا باعث بن رہا تھا۔ صبح کا اخبار ہو یا رات کا ٹاک شو، جلتی ہوئی عمارتیں، بھاگتی ہوئی ایمبولینس، ہسپتالوں کے باہر احتجاج کرتے ہوئے لواحقین، یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر عوام ڈپریشن کا شکار ہو رہے تھے۔ پاکستان کی بالعموم تمام مذہبی جماعتیں اس بات پر متفق تھیں کہ امریکہ اور اس کے خفیہ ادارے ہمارے ساتھ یہ دشمنی دوستی کے روپ میں لے رہے ہیں۔ وہ اس وحشیانہ اور سفاکانہ سرگرمیوں کے لیے انتہائی غریب اور شمالی و جنوبی وزیرستان کے ڈرون حملوں کے متاثرین کو استعمال کرتے ہیں۔ یعنی پہلے فوجی آپریشن اور ڈرون حملوں سے لوگوں کے گھر جلائے جاتے ہیں، اُن کے اہل خانہ کا بے دردی سے قتل عام کیا جاتا ہے، پھر ان ہی کے ورثاء سے رابطہ کرکے اور انہیں بدلے پر مائل کرکے اور اُن پر سرمایہ کاری کرکے پاکستان میں دہشت گردی کرائی جاتی ہے۔ سیکولر اور بائیں بازو کے دانشور انہیں مذہبی جماعتوں کے کھاتے میں ڈالتے رہتے ہیں۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آئی ایس آئی نے مڑ کر دیکھا ہے تو اپنے ہی اتحادیوں سے ملاقات ہوگئی ہے۔ اب حقیقی دشمن پہچانا گیا ہے تو اُسے پاک سرزمین سے نکالنے کا اہتمام جلد از جلد ہونا چاہیے تاکہ اس مایوس عوام کو بھی کوئی خوشخبری تو ملے۔ آئی ایس آئی کے ایک سینئر اہلکار نے کہا ہے "we are good but we are not God"۔ ہم اُن کی خدمت میں عرض کیے دیتے ہیں کہ خدا تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا لیکن اچھا وہی ہے جو خدا کو مانے اور خدا کی مانے۔

سچا اُمتی کون؟

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 18 فروری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ الاعراف کی آیات 156، 157 تلاوت کی ہیں۔ ان آیات میں پہلے تو نبی رحمت ﷺ کی بعض خصوصی شانوں کا ذکر آیا ہے، اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ہم آپؐ کے سچے امتی بننا چاہتے ہیں تو اس کا معیار کیا ہے۔ قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بالعموم جس بات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، وہ آپؐ کی اطاعت ہے۔ رسول اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور سفیر ہوتا ہے، اور اللہ کی نمائندگی کرتے ہوئے نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ میرے نمائندے کی اطاعت کرو، اُس کے نقشِ قدم پر چلو، اُس کے نمونہ زندگی کو اختیار کرو۔ انسان کا مقصدِ حیات بندگی ہے۔ مگر یہ بندگی کیسے کی جائے، اس کا طریقہ اپنے وقت کا رسول بتاتا ہے۔ لہٰذا اُس کی پیروی لازم ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ نے بندگی کا ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اس راستے پر چلیں، اور اِس کے لیے آپؐ کی اطاعت کریں۔ اللہ نے سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (آیت:59)

”اللہ کی اطاعت کرو، اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔“

اسی سورت میں آگے چل کر یہ بات بھی واضح کر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اصل میں اللہ ہی کی اطاعت ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ج﴾ (آیت:80)

”جو رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

حضور ﷺ کی بعثت کے بعد کامیابی اور فلاح کا راستہ صرف وہ ہے، جو آپؐ نے بتا دیا۔ اب اگر کوئی شخص اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلتا اور کسی اور طریق سے بندگی بجا لاتا ہے تو یہ عمل قابلِ قبول نہ ہوگا۔ نجات کی لازمی شرط آپؐ پر ایمان اور آپؐ کی اطاعت ہے۔ اگر فی الواقع اللہ کی بندگی اور اطاعت مقصود ہے، تو لازم ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پھر مختلف مقامات پر آپؐ کے دیگر حقوق کا ذکر آتا ہے۔ کہیں آپؐ سے محبت کا بیان ہوتا ہے۔ کہیں آپؐ کے ادب واحترام اور تعظیم کی بات ہوتی ہے۔ کہیں آپؐ کے مشن میں آپ کا مددگار بننے کا ذکر آتا ہے۔ اور کسی جگہ اُس آسمانی ہدایت (قرآن حکیم) کی پیروی کا تذکرہ ہوتا ہے جو آپؐ لے کر آئے۔ لیکن یہ ساری چیزیں یہاں ایک ہی آیت (157) میں آ گئی ہیں اور بتا دیا گیا کہ لوگو، اگر تم واقعی آپؐ کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہو اور آپؐ کے سچے اُمتی بننا چاہتے ہو تو اس کا راستہ یہ ہے اور اس کے یہ تقاضے ہیں۔ اس آیت میں پہلے تو آپؐ کی تین خصوصی شانوں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ نبی ﷺ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ دوسرے، آپؐ ہر طیب، پاک صاف چیز کو لوگوں کے لیے حلال کرتے ہیں اور ہر خبیث، نجس و ناپاک شے کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں۔ تیسرے، اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن کے سر پر اور گلے میں تھے، اتارتے ہیں۔ یہ تین چیزیں آپؐ کی رحمت کے عظیم الشان مظاہر اور نوعِ انسانی پر آپؐ کے عظیم احسانات میں سے ہیں۔ اِن پر کسی قدر تفصیل سے بات گزشتہ خطاب جمعہ میں ہو چکی ہے، البتہ ایک دو باتوں کی مزید وضاحت ہو جائے۔ اللہ کے نبی کی ایک شان یہ بتائی کہ وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔ میں نے پچھلی بار بھی یہ عرض کیا تھا کہ یہ کام ہر نبی ورسول کرتا آیا ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں خصوصیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیوں آیا ہے؟ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ دنیا میں معروف اور منکر کا تصور بگاڑ دیا جاتا ہے۔ خیر وشر اور معروف ومنکر کی پہچان انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر انسان میں برائی اور تقویٰ اور خیر وشر کا علم ودیعت کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ جانتا ہے کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح۔ اسی بنیاد پر جھوٹ، ظلم وناانصافی، بددیانتی، وعدہ خلافی اور بے حیائی وغیرہ کو ہمیشہ برائی سمجھا گیا اور سچائی، ہمدردی، دیانتداری، ایفائے عہد اور شرم وحیا کو اچھا خیال کیا گیا۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ ابلیسی قوتیں معروف اور منکر کے تصورات کو بگاڑ دیتی ہیں، جیسا کہ آج طویل منصوبہ بندی اور سازش کے تحت ان تصورات کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ شیطان جو انسان کا دشمن ہے، معروف اور منکر کے تصورات میں دراندازی کرتا ہے اور منکر کو معروف اور معروف کو منکر بنا دیتا ہے۔ اس دور میں بھی شیطان نے جو سب سے گھناؤنا کام کیا، وہ شرم وحیا کا خاتمہ ہے۔ حیا فطرتِ انسانی کا حصہ ہے۔ عورت کا تو زیور ہی حیا ہے۔ عورت میں جو جاذبیت اور نسوانی حسن ہے، اُس کا سب سے خوبصورت پہلو اُس کی شرم وحیا ہے۔ اہل مغرب بالخصوص ابلیس کے ایجنٹ یہودیوں نے ایک سازش کے تحت حیا کی چادر کو تار تار کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک یورپ کی شریف زادیاں بھی گھر سے نکلتیں تو ہاتھ میں دستانے پہن کر نکلتی تھیں۔ اُن کا لباس بھی پورا

ہوتا تھا۔ سروں پر ہلکی جالی دار چادر بھی ہوا کرتی تھی، مگر سازش کے تحت عورت کو برہنہ کر دیا گیا ہے۔ عورتوں کو ''مستورات'' کہتے ہیں، مستور کے معنی ہی چھپی ہوئی شے کے ہیں۔ مگر افسوس کہ عورت سے اُس کا ستر و حجاب چھین لیا گیا ہے۔ مغربی دنیا کے ٹی وی پروگراموں اور کارٹونوں کی سی ڈیز میں مرد تو پھر بھی پورے لباس میں دکھایا جاتا ہے، مگر عورت کی صرف دو دھجیاں ہوتی ہیں۔ اس طرح غیر محسوس طریقے سے بے پردگی، بے حجابی اور عریانیت کو ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں گزشتہ چند سالوں میں نجی ٹی وی چینلوں کے ذریعے فحاشی اور عریانی کا جو سیلاب آیا ہے، اس کا پندرہ بیس سال پہلے تک تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہماری ایلیٹ سوسائٹی میں تو بہت پہلے مغربی کلچر عام ہو چکا ہے، اُن کے ہاں بے حجابی اور عریانیت کوئی بری چیز نہیں سمجھی جاتی۔ حیا کے پردے اُٹھا دیئے گئے ہیں، لہٰذا نئی نسلوں میں بھی یہی چیز منتقل ہو رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدَ عَلَی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ)) یعنی ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اُس کے والدین ہیں جو (اپنی مخصوص تربیت سے اُسے فطرت سے ہٹا کر) یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں''۔ اب بے حجابی اور عریانیت کو الیکٹرانک میڈیا کی طاقت سے پورے معاشرے میں پھیلایا جا رہا ہے۔ نتیجتاً معروف و منکر کے فطری تصورات مسخ ہو رہے ہیں اور گمراہی عام ہو رہی ہے۔ یاد رکھیے، معروف و منکر کا فیصلہ کسی بھی شخص کے ہاتھ میں نہیں دیا جا سکتا، خواہ وہ بش ہو، پوپ بینڈکٹ ہو یا صیہونی شیطانی گماشتے۔ اس کا حتمی فیصلہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرما دیا ہے۔ آپؐ نے یہ بتا دیا ہے کہ کیا چیز نیکی ہے اور کیا برائی، کیا خیر ہے اور کیا شر۔ کیا معروف ہے اور کیا منکر۔ اب تا قیامِ قیامت آپ کا فرمایا ہوا ہی معیارِ حق ہے۔

اب آیئے، آیت کے آخری حصے کی طرف، جہاں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جن کے لیے اللہ نے اپنی رحمت خاص مخصوص کی ہے، اُن کے اوصاف کیا ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ سے تعلق سے اُن کا رویہ کیا ہوگا۔ اس ضمن میں چار باتیں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات یہ فرمائی:

﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ﴾

''وہ لوگ جو اُن پر ایمان لائے۔''

یعنی اُن کی پہلی صفت اللہ کے نبی ﷺ پر ایمان ہے۔ اور ایمان محض زبان سے اقرار کا نام نہیں بلکہ دل میں بھی یہ یقین ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، شہنشاہ ارض و سماوات کے نمائندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغرض امتحان دنیا میں بھیجا ہے اور ہمارے مرنے کے بعد دوبارہ ہمیں زندہ کرے گا۔ اسی نے آپؐ کو ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی:

﴿وَعَزَّرُوْہُ﴾

''اور اُن کی توقیر و تعظیم کی۔''

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کا ادب و احترام اور آپؐ

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

تحریک تحفظ ناموس رسالت کی کامیابی اللہ کے فضل و کرم اور دینی جماعتوں کے اتحاد کا ثمر ہے

دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم قائم رہے گا اور اب ملک میں نفاذ شریعت کے لیے مشترکہ جدوجہد کی جائے گی

تحریک تحفظ ناموس رسالت کی کامیابی اللہ کے فضل و کرم اور دینی جماعتوں کے اتحاد کا ثمر ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کا مختلف مسائل پر اختلاف ہونے کے باوجود تحفظ ناموس رسالت کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم سے جدوجہد کرنا اصلاً حضور ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ یہ سب اُس محبت کا نتیجہ ہے جو اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات کے لیے ہر مسلمان کے دل میں پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم قائم رہے گا اور اب اپنی اگلی منزل کے حصول یعنی ملک میں نفاذ شریعت کے لیے مشترکہ جدوجہد کی جائے گی اور اُنہوں نے یقین ظاہر کیا کہ نفاذِ شریعت کی تحریک بھی تحریک تحفظِ ناموس رسالت کی طرح کامیاب ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ لبرل اور سیکولر طبقات سے قوم بُری طرح مایوس ہو چکی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کی سلامتی کا راز اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ میں مضمر ہے۔ اگر پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اُس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ درحقیقت پاکستان کو مستحکم بنیاد فراہم کرنا ہے۔ (پریس ریلیز: 18/فروری 2011ء)

اہلِ لاہور اور قبائلیوں کے جانی نقصان پر اگر ردِ عمل مختلف ہوا تو یہ قوم اور ملک کو بڑا مہنگا پڑے گا

بحیثیت قوم ہمارا طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ ہم فاٹا میں بسنے والوں کو مسلمان، پاکستانی یا انسان نہیں سمجھتے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک امریکی کے ہاتھوں لاہور میں تین افراد شہید ہونے پر قوم کا زبردست ردعمل سامنے آیا جو یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حکومت اپنی خواہش اور امریکہ کے زبردست دباؤ کے باوجود ملزم کو رہا نہ کر سکی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک ماہ کے وقفہ کے بعد جنوبی وزیرستان میں پھر ڈرون حملے شروع ہو گئے ہیں۔ جس سے 16 افراد شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر عوام ڈرون حملے بند کرانے کے لیے میدان میں نہ نکلے تو یہ اہل فاٹا کو باور کرانے کے مترادف ہوگا کہ ہم تمہیں پاکستان کے دوسرے شہریوں کی طرح اپنا نہیں سمجھتے اور نہ ہی ہم تمہارے جانی نقصان کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اس سے قبائلی عوام میں شدید اشتعال پیدا ہونے کا خطرہ ہے جو پاکستان کی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ تمام مسلمانوں کی جانیں یکساں طور پر محترم ہیں۔ اہلِ لاہور اور قبائلیوں کے جانی نقصان پر اگر ردِ عمل مختلف ہوا تو یہ قوم اور ملک کو بڑا مہنگا پڑے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے ڈرون حملے رکوانے میں کوئی کردار ادا نہ کیا تو ہم دوست قبائلیوں کو دشمن بنا لیں گے۔ جو ہماری سلامتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔ (پریس ریلیز: 21/فروری 2011ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

کی عزت وتوقیر ہمیں موروثی طور پر مل گئی ہے۔ ہم میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی آپؐ کی عزت و ناموس کو دنیا ومافیہا سے عزیز تر جانتا اور مانتا ہے اور اس کے تحفظ کے لیے ہر قسم کی قربانی دینا اپنا اعزاز سمجھتا ہے۔ ہاں وہ لوگ جو منافقت کے روگی ہیں، اُن کا معاملہ الگ ہے۔ انہیں رسول معظم ومکرم کے احترام اور ناموس سے بھی الرجی ہوتی ہے۔ یہی وہ بدباطن لوگ ہیں جنہیں ناموس رسالت ؐ قانون ہضم نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ آپؐ کی عزت و ناموس تو ایمان کی لازمی شرط ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے کسی ایمانی کیفیت میں یہ شعر کہا تھا ؎

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثربؐ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

آپؐ کی عزت و ناموس انتہائی حساس معاملہ ہے۔ اگر اس میں نادانستہ بھی ذرا سی بے احتیاطی ہوگئی تو تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں تنبیہہ فرمادی کہ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲﴾

’’اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔‘‘

تیسری چیز کیا ہے؟ فرمایا:

﴿وَنَصَرُوْهُ﴾

’’اور انہوں نے آپؐ کی مدد کی۔‘‘

سچا اُمتی بننے کے لیے تیسری شرط رسولِ نبیِ اُمی کی نصرت ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ نصرت کس کام میں ہے؟ ظاہر ہے کہ آپؐ اپنی ذات کے لیے کسی سے مدد نہیں لیتے تھے۔ آپؐ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوں اور کوڑا ہاتھ سے گر جاتا تو آپؐ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ سواری سے اُتر کر خود کوڑا اُٹھالیں، مگر یہ بات گوارا نہ تھی کہ کسی اور سے کہیں کہ کوڑا اُٹھا کر آپؐ کو دے دے۔ اس سلسلے میں سیرت مطہرہ سے ایک اور بہت نمایاں مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملتی ہے۔ آپؓ ثانی اسلام غار وبدر وقبر ہیں۔ آپؓ جس بلند مقام پر فائز ہیں، وہ روزِ روشن کی طرف عیاں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کی اجازت ملی تو آپؐ نے اس کی اطلاع سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی۔ آپؓ نے سفر ہجرت کے لیے اپنے طور پر دو بہت صحت مند اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی خوشی بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ مطمئن رہیں، میں نے سواریوں کا انتظام کر رکھا ہے، دو اونٹنیاں تیار ہیں، ایک آپؐ کے لیے اور ایک میرے اپنے لیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اونٹنی جو تم نے میرے لیے تیار کی ہے، اس کے پیسے میں ادا کروں گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ اے اللہ کے رسول، یہ جان و مال اگر آپ کے لیے نہیں تو پھر کس کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خودداری کا اندازہ کیجیے، کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں خود فرمایا کہ مجھ پر جس نے احسانات کیے ہیں، اُن سب کا بدلہ چکا دیا، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، اپنی ذات کے لیے اُن کی مدد بھی قبول نہیں فرمار ہے۔ آپؐ دراصل جس کام میں مدد کے لیے پکار رہے تھے، وہ غلبہ دین کا مشن تھا، جو آپؐ کو سونپا گیا تھا۔ یعنی رب کی دھرتی پر رب کے نظام کا قیام اور تمام ادیان باطلہ پر اللہ کے دین کا غلبہ وسربلندی۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کی اس مشن کی طرف کوئی توجہ نہیں رہی۔ حالانکہ یہ آپؐ سے تعلق اور آپؐ پر ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ آپؐ کا سچا اُمتی وہی ہوگا جو اس مشن میں آپؐ کا معاون و مددگار ہو، آپؐ کے لائے ہوئے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرے، اس کے لیے جسم وجاں کی صلاحیتیں لگائے، مال کی قربانی دے، وقت کا انفاق کرے۔ اسی مشن کے لیے جہاد وقتال کی فرضیت آئی ہے۔ اِسی مقصد کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی گلیاں چھوڑی تھیں جو انہیں بہت عزیز تھیں۔ سورۃ الصف میں جہاں آپؐ کے اس مشن غلبہ دین حق کا ذکر ہے، اس کے فوراً بعد اُس ڈیل کا تذکرہ ہوا ہے جو اللہ اور اہل ایمان کے درمیان ہوئی ہے یعنی ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ﴾ (آیات:10،11)

’’مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔‘‘ اس ڈیل کا تقاضا ہے کہ مومنین اللہ پر ایمان رکھیں اور اُس کی راہ میں اُس کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد کریں۔ اِس پر اللہ کی جانب سے اُن کے لیے عذاب الیم سے نجات کا وعدہ ہے۔ اس کے دو آیات بعد فرمایا کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ﴾ (الصف:14)

’’مومنو! خدا کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو خدا کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں؟‘‘

چوتھی بات یہ فرمائی کہ

﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ﴾

’’اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس کی پیروی کی۔‘‘

نور سے مراد قرآن حکیم ہے۔ آپؐ پر ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپؐ پر جو آسمانی ہدایت وحی کی صورت میں نازل ہوئی، اُس کا اتباع کیا جائے، اسی کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کی جائے۔ اور وحی میں صرف قرآن ہی شامل نہیں، حدیث بھی شامل ہے۔ البتہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وسنت وحی غیر متلو ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ سنت کی بھی پیروی کی جائے اور ان دونوں کے مطابق زندگی کی تعمیر ہو۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (157)﴾

’’وہی مراد پانے والے ہیں۔‘‘

یعنی کامیابی انہی کو ملے گی، نجات وہی پائیں گے جو ان چار باتوں پر پورا اتریں گے۔ یعنی آپؐ پر ایمان لائیں، آپؐ کی عزت واحترام کریں، غلبہ دین حق کے عظیم نبوی مشن میں آپ کا ساتھ دیں اور اس نور، کتاب ہدایت کا اتباع کریں جو آپؐ پر نازل کی گئی ہے۔ یہ ہیں وہ بنیادی تقاضے جنہیں ایک سچے اُمتی کے لیے پورا کرنا از حد ضروری ہے۔ قرآن حکیم نے ہمیں واضح راستہ بتا دیا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ پورے شعور سے اس راستے کو اختیار کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے اِن تقاضوں کو ہم نے کیسے پورا کرنا ہے، اِس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن زندگیاں ہمارے لیے رہنما ہیں۔ ہمارے لیے زندگی کے جملہ معاملات میں اسوۂ حسنہ آپؐ کی حیات طیبہ ہے، مگر آپؐ کے اتباع و اطاعت کے ضمن میں بہترین نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہیں۔ اگر ہم آپؐ پر فی الواقع دل و جان سے ایمان رکھتے ہیں، آپؐ کو اللہ کا آخری نبی اور رسول مانتے ہیں، تو آپؐ سے تعلق کے حوالے سے ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو معیار بنانا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کیونکر آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا، آپؐ کی اطاعت کی، آپؐ کے مشن کے لیے اپنا جان و مال قربان کیا، کس درجے آپؐ کی عزت و ناموس کا خیال رکھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بنائے اور آپؐ پر ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

بسلسلہ فلسفہ دین میں نبوت و رسالت کا مقام (IV)

انبیاء کرام کی بنیادی ذمہ داری: انذار وتبشیر

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

ایک بات اور بھی واضح ہو جائے کہ داعیانِ شر ہوں یا داعیانِ خیر، ان میں سے کسی کو بھی انسان پر اختیار حاصل نہیں۔ وہ صرف دعوت دے سکتے ہیں۔ اگر داعیان حق ہیں تو وہ بھی تبلیغ، تلقین، نصیحت اور تعلیم کے ذریعے سے لوگوں کو حق کی طرف راغب کر سکتے ہیں اور اگر داعیان شر ہیں تو وہ بھی بہلا پھسلا کر انہیں گناہ کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ وہ گناہ اور منکرات کو مزین اور خوبصورت بنا کر پیش کریں گے۔ ابلیس کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ آپ کو غلط راستے پر لے جائے۔ اُس کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ آپ کے سامنے دنیا کو خوشنما بنائے گا، بدی کو خوشنما بنا کر پیش کرے گا۔ اس کے لیے بڑے اچھے اچھے الفاظ استعمال گھڑ کر دے گا۔ قرآن مجید میں ہے کہ ابلیس نے اللہ سے قیامت تک مہلت مانگی اور کہا:

﴿رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾﴾ (الحجر)

"پروردگار، جیسا تو نے مجھے راستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لئے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔"

یعنی میں گناہوں کو خوبصورت پیرائے میں اُن کے سامنے لاؤں گا اور انہیں اِس طور سے بہکاؤں گا کہ وہ دنیا ہی کے عاشق بن جائیں گے۔

رخ روشن کے آگے وہ شمع رکھ کر کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

اس کے جواب میں اللہ نے فرمادیا کہ

﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾﴾

"جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔"

ٹھیک ہے، تو انہیں بہلا، پھسلا، دھوکہ دے، سبز باغ دکھا، جتنا چاہے زور لگا دے۔ مگر یاد رکھ، تجھے اُن پر اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ جو بھی تیری طرف آئے گا اپنے اختیار سے آئے گا۔ اس کا اپنا قلب ہوگا جو نفس امارہ کی طرف مائل ہوگا اور اُس کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ اس دور میں گناہوں کو آراستہ کرنے کی سب سے نمایاں مثال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یہ طے کیا ہے کہ prostitute کو prostitute نہ کہا جائے بلکہ sex worker کا نام دیا جائے۔ اسی طرح عصمت فروشی کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ کوئی بُری بات ہے، یہ بھی ایک ذریعۂ معاش ہے۔ ایک عالمی ادارے کی جانب سے ایسا فیصلہ اس لیے ہوا ہے کہ یہ ادارہ یہود کے شکنجے میں ہے، جو ساری دنیا میں پوری طرح شیطنت اور بے حیائی کو عام کر دینا چاہتے ہیں۔

جس طرح شیطان اور اُس کی ذریت انسان کو جبراً غلط راستے پر نہیں ڈال سکتی، اسی طرح داعیان حق یہاں تک کہ انبیاء کرام کو بھی اختیار یہ نہیں کہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لے آئیں۔ ان کا کام انذار و تبشیر اور تبلیغ و تلقین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں کارِ نبوت کی ادائیگی کے حوالے سے انبیاء و رسل کے لیے بنیادی اصطلاحات مبشر اور منذر آئی ہیں۔ سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء:165)

"(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

معلوم ہوا انبیاء خبردار کرنے والے اور بشارت دینے والے ہیں۔ وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ غلط راستے پر نہ چلو۔ یہ جہنم کا راستہ ہے۔ اگر اس راستہ پر چلو گے تو جہنم کی دہکتی آگ تمہارا مقدر ہوگی۔ دیکھو، ہم نے تمہیں برے انجام سے خبردار کر دیا۔ اب اس سے بچنا تمہارا کام ہے۔ اسی طرح وہ لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے ہیں اور انہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ اگر تم اس راستے پر چلو گے تو تمہارا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ نبیٔ آخرالزماں ﷺ خیر کے سب سے بڑے اور عظیم ترین داعی ہیں۔ آپؐ سے بھی یہی فرمایا گیا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾﴾ (القصص)

"(اے محمدؐ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

اس ضمن میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ہمارے سامنے سب سے بڑی مثال آپؐ کے چچا ابوطالب کی ہے۔ ابوطالب حضور ﷺ کے محسن تھے اور اس اعتبار سے ہم سب کے محسن ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو سپورٹ کیا، آپؐ کو اپنی پناہ میں رکھا۔ وہ جب تک زندہ رہے اس وقت تک قریش کو آپؐ کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لیے کہ اندیشہ تھا کہ اگر آپؐ کے خلاف اقدام کیا تو قریش میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اُن میں آپس میں تصادم ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کی بڑی آرزو تھی کہ آپؐ کے چچا ایمان لے آئیں، مگر ابوطالب کلمہ پڑھے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جب اُن کا آخری وقت آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: چچا جان! میرے کان میں کلمہ پڑھ لیجیے، تاکہ میں اللہ کے ہاں گواہی دے سکوں۔ مگر عزت نفس اُن کے آڑے آ گئی اور انہوں نے عرب مزاج کی بنا پر اسلام قبول نہ کیا۔ کہنے لگے بھتیجے، میں جانتا ہوں کہ تیرے دین سے بہتر کوئی دین نہیں، لیکن میں اس وقت کلمہ شہادت نہیں پڑھنا چاہتا، مبادا عرب کی عورتیں یہ کہہ دیں کہ ابوطالب نے موت کے ڈر سے اپنا مذہب تبدیل کر دیا۔

انبیاء و رسل بشیر، نذیر، داعی الی اللہ، مینارۂ نور معلم، مربی اور مزکی ہوتے ہیں اور جو لوگ نبیوں کے نقش قدم پر چل کر مخلوق کی خدمت کریں، لوگوں کو صحیح راستے پر بلائیں، ان کے لیے بھی یہی الفاظ ہوں گے۔ تمام انبیاء و رسل کے لیے مبشر و منذر اور نذیر کے الفاظ

آئے ہیں۔(البقرہ:213، الانعام:84، الکہف:56، فاطر:24) لیکن انبیاء کرامؑ بھی اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ لوگوں کو ہدایت دے دیں۔ انبیاء کرام کی متذکرہ حیثیتوں کے علاوہ ایک حیثیت شاہد کی ہے۔سورۃ الاحزاب میں جہاں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ کی ان تمام حیثیتوں کو جمع کیا گیا ہے''شاہد'' کی حیثیت کا ذکر سب سے پہلے ہوا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ۝۴۵ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۝۴۶﴾

''اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن''

ترتیب نزولی کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو آپؐ کی ''شاہد'' کی حیثیت کا تذکرہ سب سے پہلے آیا ہے، جبکہ دوسری اصطلاحات بعد میں آئی ہیں۔ چنانچہ سورۃ المزمل بھی میں جو ابتدائی مکی دور کی سورتوں میں سے آپ کو''شاہد'' کہا گیا ہے۔فرمایا:

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۝۱۵ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا۝۱۶ فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا۝۱۷ ۖۗ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا۝۱۸﴾ (سورۃ مزمل)

''(اے اہل مکہ) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا تھا (اسی طرح) تمہارے پاس (محمد ﷺ) رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے۔سو فرعون نے (ہمارے) پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا۔اگر تم بھی (ان پیغمبر کو) نہ مانو گے تو اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔(اور) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔یہ اس کا وعدہ (ہے جو پورا) ہو کر رہے گا۔''

''شاہد'' کا لفظ غائب کا متضاد ہے۔اس کے معنی حاضر و موجود کے ہیں۔اس میں دو معانی اضافی طور پر پیدا ہو گئے ہیں۔ایک گواہ اور دوسرا مددگار۔ظاہر ہے کہ جو شخص کسی موقع پر موجود ہوگا وہی وقوعہ کا گواہ بھی ہوگا۔ اور وہی مدد بھی کر سکے گا۔ جو شخص موجود نہ ہو، اُس نے ایک واقعہ کو دیکھا ہی نہ ہو، وہ نہ تو گواہی دے سکتا ہے، اور نہ ہی مدد کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔سورۃ الفتح میں مددگار کے معنی میں اللہ کے لیے''شہید'' کا لفظ آیا ہے۔فرمایا:

﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۝۲۸﴾

''اللہ کافی ہے (آپ کی) مدد کے لیے۔''

اب سوال یہ ہے کہ''شہادت'' کے کیا معنی ہیں؟ شہادت کے معنی گواہی ہیں۔ گواہی کے دو رخ ہوتے ہیں۔ایک مدعی کی طرف اور دوسرا مدعا علیہ کی طرف۔ گواہی یا تو کسی کے حق میں ہوگی اور یا پھر کسی کے خلاف ہوگی۔اگر حق میں ہو تو ایسی صورت میں''شَهِدَ'' کے ساتھ ''ل'' کا صلہ آتا ہے۔اور اگر خلاف ہو تو پھر تو شَهِدَ کے ساتھ''علیٰ'' کا صلہ آتا ہے۔اِس''ل''اور''علیٰ'' کے فرق کو ایک حدیث کے حوالے سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا:((اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَیْكَ)) ''قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف'' یعنی یہ تمہارے حق میں گواہی دے گا یا پھر تمہارے خلاف۔ اگر قرآن حکیم کے حقوق ادا کرو گے، اس کو پڑھو گے، اس کو سمجھو گے، اُس پر عمل کرو گے اور اسے اپنا امام بناؤ گے تو یہ تمہارے حق میں گواہی دے گا اور کہے گا، باری تعالیٰ! تیرا یہ بندہ مجھے پڑھتا تھا، مجھ پر غور کرتا تھا، مجھ پر عمل کرتا تھا، میری تبلیغ کرتا تھا۔اس نے اپنے آپ کو میری (قرآن کی) تعلیم و تعلم کے لیے وقف کر دیا تھا۔تو اس کے حق میں میری گواہی قبول فرما۔جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ)) (رواہ البیہقی) ''روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لیے شفاعت کریں گے۔روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور دوسری خواہشات (مثلاً پانی، جماع اور غیبت وغیرہ) سے دن میں روکے رکھا، لہٰذا میری طرف سے اس کے حق میں شفاعت قبول فرما۔قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روکے رکھا، لہٰذا میری طرف سے بھی اس کے حق میں شفاعت قبول فرما۔چنانچہ ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' قرآن مجید کے حقوق ادا کریں گے تو یہ ہمارے حق میں حجت بنے گا ورنہ یہ ہمارے خلاف حجت ہوگا اور ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

''شہادت'' قرآن مجید کی ایک اہم اصطلاح ہے۔ جس کا تعلق کارِ رسالت کی ادائیگی سے ہے۔ رسولوں کو اسی لیے بھیجا جاتا ہے، تاکہ شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دیں، اور لوگوں پر حجت تمام ہو سکے، اور روزِ محشر اُن کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔یہاں یہ بات واضح کر دی جائے کہ اگر کوئی بھی نبی اور رسول نہ آتا، تب بھی ہر شخص کا محاسبہ ہونا تھا۔یہی وجہ ہے کہ روز محشر اُس شخص سے بھی محاسبہ ہوگا کہ جس تک کسی نبی اور رسول کی دعوت نہیں پہنچی، (یہ الگ بات ہے کہ اُس کا محاسبہ توحید اور نیکی اور بدی کے عام معیار کے اعتبار سے ہوگا، اُس سے یہ محاسبہ نہیں ہو سکتا کہ تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔اس لیے کہ اس کے پاس یہ عذر ہے کہ الٰہی، مجھے تو تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں)۔ یقیناً اُس سے بھی محاسبہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہے کہ اُس سے کوئی باز پرس ہی نہ ہو۔ یہ محاسبہ اُن پانچ چیزوں کی بنیاد پر ہوگا جو اللہ نے انسان میں ودیعت کی ہیں۔محاسبہ کی اولین بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سماعت و بصارت عطا کی۔ دوسرے یہ کہ اسے عقل و خرد سے نوازا۔قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۝۳۶﴾

(سورۂ بنی اسرائیل)

''اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔''

محاسبہ کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ نفس انسانی کے اندر نیکی و بدی کا شعور الہام کیا گیا۔ نیکی بدی کی پہچان فطرت انسانی میں رکھ دی گئی ہے۔سورۂ الشمس میں فرمایا گیا:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا۝۸﴾

''پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔''

ہر شخص بنیادی طور پر یہ جانتا ہے کہ جھوٹ بولنا برا ہے، اور سچ بولنا اچھا ہے۔ ہمدردی اچھی شے ہے اور ظلم بری شے ہے۔ یہ چیزیں بنیادی اخلاقیات میں سے ہیں جو انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔اس لیے قرآن نیکی کو معروف کہتا ہے یعنی یہ لوگوں کے نزدیک جانی پہچانی شے ہے۔ اور برائی اور گناہ کو منکر کا نام دیتا ہے۔یعنی اس سے انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔محاسبہ کی چوتھی بنیاد روح میں اللہ کی معرفت ہے۔اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام ارواح انسانی سے اپنی بندگی کا عہد لیا۔ اُن سے پوچھا:﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ (تمام ارواح نے) کہا کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔ (ہم تیری ہی بندگی کریں گے) محاسبہ اخروی کی پانچویں بنیاد وہ جذبہ محبت ہے جو روح میں رکھا گیا ہے۔ یہ معرفت اور محبت خوابیدہ ہے۔اس کو بیدار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام ربانی کی بارش ہوتی ہے۔روح کو کلام ربانی کی غذا ملتی ہے تو

اس کی صلاحیت ابھرتی ہے۔

ان پانچ چیزوں کی بنیاد پر ہر شخص روزِ محشر جوابدہ ہوگا، چاہے اُس کے پاس کسی نبی اور کسی رسول کا پیغام نہ بھی پہنچا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے ساتھ ساتھ نبوت و رسالت اور کتابوں کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ نبی لوگوں کو خیر کی دعوت دیتے اور بدی سے روکتے ہیں اور نیکی اور بدی کی پہچان اور بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا اصل مقام کیا ہے۔ اُسے یہ بات یاد آ جاتی ہے کہ میں کون ہوں، اور مجھے اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا ہے۔ میں اس امتحان زندگی میں کیسے سرخرو ہو سکتا ہوں۔ جب نبی آ گئے، تو اخلاق کا پیکر، سیرت و کردار کا مجسمہ انسان کے سامنے آ گیا۔ حق کی دعوت بھی سامنے آ گئی اور نمونہ عمل بھی۔ ہر نبی نے اپنے دور میں روح میں چھپی یا دبی ہوئی چیزوں کو اجاگر کیا۔ اس سے گویا دو کام ہو گئے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے لیے حق کو پہچاننا اور اسلام پر چلنا آسان ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ ان پر حجت تمام ہو گئی۔ چنانچہ اب آخرت میں بھی نبی اور رسول کھڑے ہو کر گواہی دیں گے کہ اے اللہ، ہم نے ان لوگوں تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اب یہ اپنے اعمال کے لیے خود جواب دہ ہیں۔ یہ آج یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا ہی نہیں، ہم سے جواب طلبی کیوں ہو رہی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے تو اتمامِ حجت کے معاملے کو کمال تک پہنچا دیا۔ آپؐ نے لوگوں سے بھی اِس کی گواہی بھی لے لی۔ خطبہ حجۃ الوداع آپؐ کا آخری خطبہ ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنی دعوت کے اہم نکات خوب کھول کر بیان کیے۔ سوا لاکھ صحابہ کرام ؓ کا مجمع تھا۔ حضور ﷺ ایک ایک لفظ تین تین مرتبہ بول رہے تھے۔ جب خطبہ ختم ہو گیا، تو آپؐ نے صحابہ ؓ سے پوچھا: الاء ھل بلغت؟ لوگو! بتاؤ، کیا میں نے تمہیں (پیغامِ حق) پہنچا دیا؟ تو صحابہ ؓ نے آپؐ کے پوچھنے پر چار باتیں کہیں۔ یارسول اللہ ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے حق رسالت ادا کر دیا، حق امانت ادا کر دیا۔ یعنی آپؐ کے ذمہ قرآن کی امانت پہنچانا تھی، آپؐ نے پہنچا دی۔ آپؐ نے ہماری خیرخواہی کا حق ادا کر دیا۔ اور آپؐ نے گمراہیوں کے بادل چھاٹ دیئے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: اللّٰھم اشھد ''اے اللہ تو بھی گواہ رہ (کہ میں نے پیغامِ حق پہنچا دیا)''

آخرت میں جب امتوں کو کھڑا کیا جائے گا تو ہر امت کے رسول کھڑے ہو کر کہیں گے کہ اے اللہ، تیرا جو پیغام مجھ تک پہنچا تھا، میں نے اسے ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ اب یہ اپنے عمل کے لیے خود جوابدہ ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت 41 میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾﴾

''بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔''

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن مسعود ؓ سے فرمایا کہ مجھے کچھ قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کی، حضور ﷺ آپ کو سناؤں؟ جبکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں سناؤ، مجھے دوسروں سے سن کر اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ تعمیل امر میں عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۃ النساء کی قراءت شروع کر دی۔ جب 41 دیں آیت پر پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا: بس کرو بس کرو۔ انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ آنسو آخر کس بات پر بہہ رہے تھے؟ کس بات کی فکر آپؐ کو لاحق تھی۔ آپؐ کی یہ کیفیت اس وجہ سے ہوئی کہ آپؐ کو آخرت میں اپنی قوم کے خلاف گواہی دینی ہوگی۔ یہ ہے فریضہ شہادتِ حق۔ انبیاء کرام جب پیغامِ حق لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں تو اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کسی کے پاس کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ سورۃ النساء میں اس معاملے کو اور بھی کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾﴾

''(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

تنظیم اسلامی بہاولنگر و بہاولپور کے زیر اہتمام

6 مارچ 2011ء (بعد نماز ظہر) سے

مسجد فاطمہ المعروف جامع القرآن گلشن حشمت ہارون آباد میں

10 روزہ (کل وقتی) فہم دین کورس

کا آغاز ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ

☆تفسیر سورۃ البقرہ (مکمل) ☆مجموعہ احادیث

☆تجوید القرآن ☆اہم دینی موضوعات پر لیکچر

نوٹ: کھانے اور رہائش کا انتظام ہوگا، کورس میں شامل ہونے والے رفقاء و احباب شناختی کارڈ اور موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں

برائے رابطہ: محمد منیر احمد امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور 0333-6314487

تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ

(ضمیر اختر خان)

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے علمائے کرام کی حالیہ جدوجہد نے پوری ملت اسلامیہ کے سر فخر سے بلند کر دیے ہیں۔ بڑے شہروں میں عظیم الشان اجتماعات میں اہل ایمان کا جم غفیر جہاں ایک طرف محبت رسول ﷺ کا والہانہ اظہار تھا وہاں دوسری طرف علمائے کرام پر بھرپور اعتماد کا اعلان بھی تھا۔ ان منظم و مثالی اجتماعات میں محبّین و عشاق رسول ﷺ نے عالم کفر کو بالعموم اور مرض نفاق میں مبتلا مریضوں کو بالخصوص دوٹوک پیغام دے دیا کہ خواجۂ بطحا کی ناموس کا نہ صرف شایان شاں طریقے سے تحفظ کیا جائے گا بلکہ ''دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا'' بھی کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے خود علمائے کرام کی تعریف یوں کی ہے۔ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ فاطر:28) یعنی ''اللہ کے بندوں میں اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہی ہوتے ہیں''۔ نبی ﷺ کے وارث ہونے کے ناتے یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ نبی ﷺ کی عزت و توقیر و نصرت کا حق ادا کریں اور یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے کہ اہل ایمان کی بروقت رہنمائی کرتے ہوئے نبوی طریقے کے مطابق ان کی تربیت کریں اور ان کے اندر حب رسول ﷺ کے جذبات پروان چڑھائیں، ان کے اعمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز زندگی کے مشابہ بنانے کی امکانی کوشش کریں، تاکہ ان کی عملی زندگیوں سے ایمان و اسلام کا بھرپور اظہار ہو۔

پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ عامۃ المسلمین نے خالص دینی مسئلے پر ہمیشہ علماء کا ساتھ دیا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ تھیں اور اب تازہ مثال تحفظ ناموس رسالت کی جدوجہد ہے۔ اگر علمائے کرام اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھتے ہوئے اور عوامی جذبات کی قدر کرتے ہوئے اس جدوجہد کو تحریک کی شکل دے کر منطقی انجام یعنی نفاذ نظام مصطفیٰ کی منزل تک پہنچا دیں تو وہ امر ہو جائیں گے۔ اس حقیقت سے علماء سے بڑھ کر کوئی آگاہ نہیں کہ جب تک محمد ﷺ کا لایا ہوا دین اس ملک میں مکمل طور پر نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ بھی کماحقہ نہیں کیا جا سکتا۔ علماء سے بجا طور پر توقع ہے کہ وہ شیطانی قوتوں کی حالیہ پسپائی سے دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ ابلیس کے یہ مقامی گماشتے موقع کی تلاش میں رہیں گے اور بیرونی آقاؤں سے اشارے ملتے ہی پھر سرگرم عمل ہو جائیں گے اور فتنہ برپا کریں گے۔ لہٰذا ہماری علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اہل ایمان سے تعاون حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل قیام نظام خلافت کے لیے مستقل لائحہ عمل ترتیب دیں اور تمام دینی قوتوں کو متحد کریں اور مخالفین کی طرف سے مصالحتی کوششوں کو ان کی شاطرانہ چالوں سے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ یہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے اس وقت دھیمے پڑے ہیں ورنہ ان کو معلوم ہے کہ ان کے نام نہاد جمہوری فلسفۂ سیاست کو سب سے بڑا خطرہ ہی دین مصطفوی ﷺ سے ہے۔ دین اسلام کی عملی صورت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے ذریعے ہمیں ملی ہے۔ اسی لیے اسلام سے نفرت کرنے والے آپ ﷺ کی شخصیت کو داغدار ثابت کرنے کی ناپاک و گھناؤنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہ وقت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری نبھانے کا۔ یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔

بعض حلقوں کی طرف سے یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کی آڑ میں علماء آنے والے انتخابات کے لیے صف بندی کر رہے ہیں۔ یہ خدشہ بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ جس طرح ایم ایم اے نے ووٹ لینے کے لیے انتخابی نشان کتاب کو قرآن کے طور پر پیش کیا تھا اور لوگوں نے انتخابی نشان والی کتاب کو قرآن سمجھ کر انہیں ووٹ دیے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ اب گنبد خضراء کو انتخابی علامت کے طور پر اختیار کر لیا جائے اور یہ سب کچھ حصول اقتدار کے لیے ہو۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن اگر اس طرح کے عزائم کا عامۃ المسلمین کو علم ہو گیا تو ان کا علماء پر جو اب تک اعتماد تھا وہ اُٹھ جائے گا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ علماء نے جب حصول اقتدار کے لیے عوام سے رجوع کیا تو انہوں نے علماء کو قبول نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ علماء کا مغربی سیاست کی گندگیوں میں ملوث ہونا ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے علماء کو چاہیے کہ وہ وقتی سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر خالصتاً اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کریں اور پھر دیکھیں کہ عامۃ المسلمین ان پر کس طرح بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اس انتظار میں رہنا کہ تیونس اور مصر کی طرح کے حالات بالآخر ہمیں اپنے مقصود نظام خلافت کی طرف لے جائیں گے، خوش فہمی (Wishful Thinking) کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ نظام خلافت نہ پہلے کبھی اس طریقے سے قائم ہوا تھا اور نہ آئندہ ایسا ہوگا۔ نظام خلافت کو بالفعل قائم کرنے کے لیے نبوی طریق کو ہی اختیار کرنا پڑے گا۔ لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اسی طریقے سے ہوگی جس طریقے سے اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔ وہ طریقہ علمائے کرام کو بخوبی معلوم ہے۔ ہم یاددہانی کے لیے صرف اتنا عرض کریں گے کہ دین اسلام کا غلبہ و اقامت، جس کا سیاسی عنوان قیام نظام خلافت ہے، ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کے اعلیٰ ترین مقاصد میں شامل تھا اور اسی کی خاطر آپ نے 27 غزوات کیے اور 52 سرایا بھیجے۔ اگر نبی ﷺ کے اس مشن کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ ہم مغربی اسلوب سیاست کو اختیار کریں جس کا بنیادی اصول ہی عوامی حاکمیت ہے۔ حاکمیت اور خلافت کا فرق واضح کر رہا ہے کہ اسلام انسانوں کے لیے کس قسم کا سیاسی نظام چاہتا ہے۔

ہماری علمائے کرام سے یہ بھی درخواست ہے کہ عالمی سازشوں کو بھی سمجھیں۔ چالاک یہودی مسلمان

ملکوں میں اس طرح کی ہیجانی کیفیت پیدا کر کے ان کے لیے مزید معاشی مشکلات پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ بھوکے عوام سرمایہ دارانہ نظام کو ہی اپنے دکھوں کا مداوا سمجھیں۔ ان کا دھیان ہی اس طرف نہ جائے کہ اسلامی نظام میں ان کے مسائل کا حل موجود ہے۔ اور ہاں ریمنڈ نامی امریکی مجرم کی درندگی بھی کہیں تحفظ ناموس رسالت کی جدوجہد سے توجہ ہٹانے کا سبب تو نہیں بنے گی! لگتا یہی ہے کہ قوم کو امریکہ کا ڈراوا دے کر نفسیاتی دباؤ میں رکھا جائے گا، تاکہ عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کیا جاسکے۔ اس موقع پر امید ہے کہ علمائے کرام مؤمنانہ بصیرت کا ثبوت دیں گے اور نبی ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بنیں گے کہ: ((اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله)) یعنی ”مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“۔

معمارِ پاکستان نے کہا

”تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے، تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا، میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خداؐ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“

نوٹ: ڈاکٹر ریاض علی شاہ صاحب قائداعظم کے معالج تھے۔ اُنہوں نے قائد کی وفات سے دو تین دن پہلے قائد سے اپنی ملاقات کا ذکر اپنی ڈائری میں تفصیل سے کیا جس میں سے درج بالا اقتباس 11 ستمبر 1988ء کے روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بیابہ مجلس اسرار

رسول اللہ ﷺ کے لیے اظہارِ دین حق کیوں ضروری تھا؟

نبی اکرم ﷺ کے لیے 'اظهار دين الحق على الدين كله' اس لیے بھی ضروری تھا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور عمدہ سے عمدہ نظامِ اجتماعی بھی جب تک بالفعل قائم کر کے اور عملاً چلا کر نہ دکھا دیا جائے بس ایک خیالی جنت (UTOPIA) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور رسالتِ محمدیؐ کی جانب سے نوعِ انسانی پر ”شہادت“ اور ”اتمامِ حجت اور قطعِ عذر“ (جو سلسلۂ رسالت کی غرضِ اصلی ہے!) کا حق اس وقت تک ادا نہ ہوسکتا تھا جب تک کہ آپؐ اس دین حق کو بالفعل قائم و نافذ کر کے نہ دکھا دیتے، جس کے ساتھ آپؐ مبعوث فرمائے گئے تھے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ اگر آنحضور ﷺ نے مسلسل محنت و مشقت اور پیہم سعی و جہد سے غلبۂ دین حق کی صورت میں وہ 'نظامِ عدل اجتماعی' بالفعل قائم نہ کر دیا ہوتا جو بعد میں خلافتِ راشدہ کے دوران بالکل اسی شان کے ساتھ پھلا پھولا جیسے ایک بند کلی کھل کر پھول بنتی ہے اور اس کے دوران نوعِ انسانی کے سامنے یہ 'معجزات' عملاً رونما نہ ہو جاتے کہ ”انسانی حریت، اخوت اور مساوات“ صرف وعظ کے موضوعات نہیں ہیں بلکہ حقیقت اور واقعہ کا روپ بھی دھار سکتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ نظامِ عائلی میں مرد کی قوامیت کے باوجود عورت کو ایک انتہائی باعزت اور باوقار مقام دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ بھی کہ نظامِ سیاسی میں کامل آزادیٔ رائے کے باوصف نظم اور ڈسپلن بھی برقرار رکھا جاسکتا ہے بلکہ عدل و انصاف کے جملہ تقاضے بھی باحسن وجوہ پورے کیے جاسکتے ہیں۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ نظامِ معاشی کے ضمن میں انفرادی ملکیت اور ذاتی مفاد کے جذبۂ محرکہ کو برقرار رکھتے ہوئے بھی دولت کی تقسیم اور سرمائے کی گردش کا ایک حد درجہ معتدل اور نہایت عادلانہ و منصفانہ نظام قائم کیا جاسکتا ہے، تو اس دور کے انسان پر 'دین حق' کی جانب سے ”اتمامِ حجت“ کیسے ہوسکتا ہے جس کے فاتح ہیں آنحضور ﷺ! اور کیسے واضح ہوسکتی یہ حقیقت کہ انسان نظامِ اجتماعی کے ضمن میں جس خیر (Good) یا قدر (Value) کا بھی تصور کرسکے وہ اسے بتمام و کمال اور بغایت توازن و اعتدال موجود پائے اس نظام میں جو آج سے چودہ سو سال قبل قائم کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے اور بالکل یہ محسوس ہو کہ نظامِ عدل اجتماعی کے ضمن میں نوعِ انسانی کی ساری ذہنی تگ و دو اور عملی بھاگ دوڑ گویا نظامِ محمدیؐ تک رسائی کی سعی و کوشش ہے، بقول علامہ اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو — آنکہ از خاکش بروید آرزو!
یاز نورِ مصطفیٰ او را بہاست — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

دعائے مغفرت کی اپیل

- منفرد اُسرہ چکوال کے ملتزم رفیق محمد شہزاد بٹ ایڈووکیٹ کے دادا محترم تقدیر الٰہی سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے ناظمِ دعوت جناب محمد عابد خان کی خواہر نسبتی، رفیقِ تنظیم جناب بریگیڈیئر کامران قاضی کی والدہ اور جناب مشتاق حسین ساجد کے والد خالقِ حقیقی سے جاملے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللهم اغفرلهم وارحمهم وادخلهم فی رحمتك و حاسبهم حساباً يسيراً

”دہشت گردی کے خلاف جنگ اور پسِ پردہ حقائق“

تنظیم اسلامی آزاد کشمیر کے زیرِ اہتمام منعقدہ سیمینار کی روداد

تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام 12 جنوری 2011ء کو مظفر آباد کے کمیونٹی ہال میں ”دہشت گردی کے خلاف جنگ، پس پردہ حقائق“ کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا۔ غیر جانبدار تجزیہ نگاروں کی رائے میں یہ چشم کشا اور حقائق پر مبنی بھرپور علمی اور فکری سیمینار تھا۔ جس میں نہ تو گروہی اور وقتی مفادات کی آلودگی تھی نہ ہی قوت وطاقت کا مروجہ اظہار تھا بلکہ فقراء کی ایک مختصر جمعیت نے اپنے دینی فریضے کے تحت عوام کی آگاہی کا اہتمام کیا اور مالک کائنات کی رضا اور عوام وخواص کی دعاؤں کے مستحق قرار پائی۔

اس سیمینار میں دو مقررین نے موضوع کی مناسبت سے اظہار خیال فرمایا۔ جن میں ایک معروف دفاعی وعسکری تجزیہ نگار جنرل (ر) حمید گل اور دوسرے نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان خالد محمود عباسی شامل تھے۔ مقررین کی مدلل فکری گفتگو اور دلنشیں انداز بیان نے لگ بھگ چھ سو سامعین کو جن میں معاصر تحریکوں کے ذمہ داران، علمائے کرام، اساتذہ کرام، مدارس و یونیورسٹی اور کالجز کے طلبہ، تاجر اور مزدور بھی شامل تھے، تین گھنٹے تک مسحور کیے رکھا۔

جنرل (ر) حمید گل

سابق سربراہ آئی ایس آئی

جنرل حمید گل نے خطاب کے ساتھ ساتھ سامعین کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ امریکی اور مغربی استعمال افغانستان میں عملاً ہار چکے ہیں اور اب صرف محفوظ راہِ فرار کی تلاش میں ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ کشمیر کی چابی کابل میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان افغانستان میں اپنا اثر ونفوذ بڑھا رہا ہے۔ لیکن یہ ہندوستان کی خام خیالی ہے۔ اسے چاہیے کہ شہاب الدین غوری، محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کے سلوک کو ذہن میں رکھے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کردار کے حوالے سے اُن کا کہنا تھا کہ جنرل پرویز مشرف نے ہمیں بے آبرو، رسوا اور بے وقعت کر دیا ہے۔ اگر وہ اقتدار کا حریص نہ بنتا اور دینداروں کے ساتھ اپنے ذاتی بغض اور کینے کا اظہار پاکستان کو اندھیروں میں دھکیلنے کی صورت میں نہ کرتا اور امریکہ کے سامنے ڈٹ جاتا تو آج صورتِ حال بالکل مختلف ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ پرویزی جبر وعناد کے تحت جو سلوک کیا وقت آنے پر افغان بھائیوں سے اس پر معذرت کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہیے۔ شاید کہ یہ معذرت ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

”کشمیر کی چابی

کابل میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ہندوستان افغانستان میں اپنا اثر ونفوذ

بڑھا رہا ہے“

جنرل (ر) حمید گل

انہوں نے پاکستانی عوام سے اپیل کی کہ وہ NATO اور امریکی کنٹینرز کی گزرگاہوں پر پرامن دھرنا دیں اور احتجاج کریں۔ اگر ایسا ہو جائے تو امریکہ دنوں میں یہاں سے بھاگ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں انقلاب کی ضرورت ہے، مگر یہ انقلاب انتخابات سے نہیں بلکہ پر امن احتجاجی مظاہروں اور سول نافرمانی کی تحریک سے آئے گا۔ انتخابات سے ہم اسلام آباد تو پہنچ سکتے ہیں مگر اس راستے سے اسلام نہیں آ سکتا، لہٰذا دینی جماعتوں کو اس ”فضول پریکٹس“ سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک سال قبل میں نے ”اگر رہنما نہیں تو کیا رہنمائی بھی نہیں؟“ کے عنوان سے come to the street and vote with your feet." کی بات کی تھی اور ہم نے اس کا عملی ثبوت چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کی بحالی کی تحریک کے دوران دیا بھی، جیل بھی گئے، مارچ بھی کیا اور اپنا ہدف بھی حاصل کر لیا۔

خالد محمود عباسی: نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان

سیمینار کے دوسرے مقرر جناب خالد محمود عباسی نے اپنی تقریر کا آغاز حالاتِ حاضرہ سے کیا۔ انہوں نے مسئلہ توہین رسالت کے جملہ پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے حکمرانوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ اس معاملے میں آگ سے نہ کھیلیں۔ اس لیے کہ روح محمد ﷺ کو اہل ایمان کے بدن سے نکالنا ناممکن ہے اور یہاں تو معاملہ خواص کی نسبت عوام میں زیادہ حساس ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایلیٹ فورس کے جوان ممتاز حسین قادری نے ثابت کر دکھایا کہ حضور ﷺ اہل ایمان کے لیے ان کی جان و مال اور اہل وعیال اور دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ اپنے اصل موضوع پر بات کرتے ہوئے جناب خالد عباسی نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا معاملہ ہے تو یہ ہے کہ ؎

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا

اُس وقت کے امریکی صدر بش نے لگی لپٹی رکھے بغیر اس جنگ کو Crusade کہا تھا، مگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ Crusade سے بھی بڑھ کر Jewsade ہے۔ ننگِ ملت اور ننگِ دین ڈالروں کی چمک اور اقتدار کی حرص میں خواہ لاکھ کہیں کہ یہ ہماری جنگ ہے، ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ یہ ہماری جنگ نہیں ہے۔ ہاں یہ ایسا کہنے والوں اور ان کے آقاؤں کی جنگ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دشمنوں کو ہمارے حکمرانوں سے کوئی خطرہ نہیں، ہاں خطرہ ہے تو اس بات سے کہ اگر ممتاز قادری

افغانستان سپر طاقتوں کا بلیک ہول ہے۔

یہاں دو طاقتیں پہلے غائب ہوئیں

اب تیسری غائب ہونے کو ہے

خالد محمود عباسی

کی جگہ کسی جرنیل کی کھوپڑی گھوم گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اسی لیے ''بانکا'' اور ''ہم نوا'' ''طالبان'' اور ''دہشت گردی'' کی مسلسل قوالی کیے جا رہے ہیں۔

> عوام نیٹو اور امریکی کنٹینرز کی گزرگاہوں پر پرامن دھرنا دیں اور احتجاج کریں، امریکہ دنوں میں یہاں سے بھاگ جائے گا — جنرل (ر) حمید گل
>
> ہمیں انقلاب کی ضرورت ہے، مگر انقلاب انتخابات سے نہیں بلکہ پرامن احتجاج اور سول نافرمانی کی تحریک سے آئے گا

اور یہ قوالیاں ملٹی نیشنل کے پروردہ الیکٹرانک میڈیا پر تسلسل کے ساتھ نشر کی جا رہی ہیں۔ اور پینٹاگون سالانہ چار ارب ڈالر پینٹاگون پاکستانی میڈیا پر خرچ کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان سپر طاقتوں کا Black Hole ہے۔ یہاں دو طاقتیں پہلے غائب ہوئیں اب تیسری غائب ہونے کو ہے۔ عباسی صاحب نے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں قیادت کے موجودہ خلا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ خلا تو اصلاً پُر ہوگا حضرت مہدیؒ کے ظہور سے، لیکن اس کی ابتدا علاقہ خراساں میں جو پاکستان، افغانستان اور کشمیر کے بعض علاقوں پر مشتمل ہے مثبت تبدیلی سے ہوگی۔ علامہ اقبال نے کہا تھا: ؎

خضر وقت از خلوتِ حجاز آید بروں\
قافلۂ اوزیں وادی دور و دراز آید بروں

انہوں نے کہا کہ اسی حقیقت سے ابلیس کی نمائندہ قوم یہود پوری طرح آگاہ ہے اور اسی لیے اس نے اپنا ہدف اسی خطۂ خرسان کو بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کی حق کی مخالفت ظاہر و باہر ہے۔ وہ انبیاء کرام تک کو ناحق قتل کرتے رہے۔ وہ یہودی تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ اور اسلام کے خلاف سازشیں کیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں ابتدائے اسلام میں بھی رسوا ہونا پڑا تھا اور ان شاء اللہ اب بھی رسوائی ان کا مقدر ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ روح و بدن کے اس معرکے میں ہمارے پاس وسائل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل، پامردی اور استقامت ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے وعدے پر قائم رہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وفا کو استوار رکھیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہم سے مطالبہ اللہ کی بندگی اور اُس کے دین کے غلبے کی جدوجہد یعنی دین کی نصرت ہے۔ اگر ہم اس کے لیے تیار ہو جائیں تو پھر ہم پر کوئی بھی غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ

﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ (آل عمران:160)

''اگر تم اللہ تعالیٰ (یعنی اس کے دین) کی مدد کرو گے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ (اللہ) تمہاری رسوائی کا فیصلہ کر دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا (اس کے مقابلے میں)۔''

اس موقع پر تنظیم کی مطبوعات کا سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ سٹال پر کتب اور CDs وغیرہ بھی دستیاب تھیں۔ لوگوں نے سٹال میں دلچسپی لی اور تقریباً دس ہزار مالیت کی سیل ہوئی۔

شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک یہ پروگرام بغیر کسی وقفے کے جاری رہنے کے بعد مسنون دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تعلیم ایم اے اسلامیات ادارہ الہدیٰ سے ترجمہ قرآن کورس اور دیگر شارٹ کورسز کر رکھے ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار، لاہور کے رہائشی ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-7000070

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4333438

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر دینی مزاج کی حامل، امور خانہ سے آشنا خوبصورت، خوب سیرت لڑکی، عمر 24 سال، تعلیم ایم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 052-4594329 / 0321-7101150

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم بی ایس سی الیکٹرونکس، ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0344-4203231

☆ لاہور میں مقیم ایک طلاق دہندہ شخص، عمر 57 سال، ایم ایس سی کو عقد ثانی کے لیے 40 سال کے قریب عمر اور دینی مزاج کی حامل کنواری، مطلقہ یا بیوہ کا رشتہ درکار ہے جو کہ درس وتدریس قرآن کے کام میں معاونت بھی کر سکے۔

برائے رابطہ: 0321-4149509

☆ گجرات کے رہائشی ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر کو اپنی دو بیٹیوں، ایک بیٹی تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ لیکچرار گجرات یونیورسٹی کے لیے صرف گجرات اور آس پاس سے اور دوسری بیٹی، ایم اے علوم اسلامیہ، بی ایڈ سلیقہ شعار کے لیے وسطی اور شمالی پنجاب سے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتے درکار ہیں۔ صرف والدین رجوع کریں۔

برائے رابطہ: 0322-5937323

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری بٹ فیملی کو اپنے دراز قد بیٹے، عمر 24 سال، میکینیکل انجینئر، دبئی میں پروجیکٹ انجینئر کے لیے دینی مزاج کی حامل ایم اے، ایم ایس سی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی عمر 23 سال سے زیادہ نہ ہو۔

برائے رابطہ: 0321-4434967 / 042-35434152

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی عمر 22 سال، تعلیم ایم اے بی ایڈ، اور اہل حدیث فیملی کو اپنی بیٹی عمر 19 سال، تعلیم ایف اے، الہدیٰ انٹرنیشنل 4 سالہ شریعہ کورس، خوب صورت، خوب سیرت، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے برسر روزگار، تعلیم یافتہ معزز خاندانوں سے رشتے درکار ہیں۔ سرپرست یا والدین ہی رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-8051043/0321-5550486

جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے......

محمد سمیع

یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں انشورنس کمپنی میں ملازمت کیا کرتا تھا۔ میرے سامنے ایک اصطلاح General average کی آئی۔ ہوتا یہ ہے کہ جب مال بردار جہاز کسی طوفان میں گھر جاتا ہے تو اسے ڈوبنے سے بچانے کے لئے اس پر سے کچھ مال سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس نقصان کو تمام سامان کے مالکان پر تقسیم کر دیا جاتا ہے جس کے لئے اوسط سامان کے ہر مالک پر نقصان کا اندازہ لگانا پڑتا ہے۔ یہ کام Surveyors کرتے ہیں۔ مال کے مالکان کے اس نقصان کو انشورنس کمپنیاں برداشت کرتی ہیں۔ جب میں نے پہلی مرتبہ یہ شعر پڑھا کہ ؎

اب مجھ پہ نزع کا عالم ہے تم اپنی محبت واپس لو
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو بوجھ اتارا کرتے ہیں

تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شاعر نے شائد یہاں General average کا فارمولا استعمال کیا ہے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ یہاں تو شاعر صرف اپنے محبوب سے مخاطب ہے، جس سے اس کے عاشق صادق ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگر شاعر ہرجائی ہوتا تو وہ اپنے تمام محبوبوں سے مخاطب ہوتا۔ اس صورت میں اس کے لئے ہر محبوب کے لئے محبت کا اوسط نکالنا کتنا مشکل ہوتا کیونکہ محبت ایسی چیز نہیں جو کوئی شخص اپنے ہر محبوب میں مساویانہ تقسیم کر سکے۔ یہ تو دل کا معاملہ ہے کہ وہ کس کے لئے محبت کی کتنی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر محبت کی مساویانہ تقسیم ممکن ہوتی تو ازواج کے درمیان بھی مساویانہ تقسیم کی شرط ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

مجھے یہ شعر کیوں یاد آیا، اس کی وجہ مسلم لیگ ق کے سربراہ چودھری شجاعت حسین کا بیان ہے جس میں انہوں نے حکومت کی ڈوبتی کشتی میں سوار ہونے سے معذوری ظاہر کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت دو بار ڈوبتی کشتیوں سے چھلانگ لگائی ہے۔ پہلی مرتبہ مسلم لیگ ن کی کشتی جو پرویز مشرف کی قزاقی کی زد میں آئی تھی اور دوسری بار پرویز مشرف کی کشتی سے جب وردی سے دستبرداری کے نتیجے میں اس کی صدارتی کرسی پیپلز پارٹی کی بھنور میں پھنسی۔ مسلم لیگ ق تو خیر وہ جماعت ہے جو حکومت کی اتحادی کشتی میں سوار نہیں۔ لہٰذا چودھری شجاعت حسین کے لئے یہ بیان دینا بہت آسان تھا۔ اتحادی کشتی تو وہ ہے جس پر سوار سامان کی صورت میں اتحادی سوار ہیں جن کو سمندر برد کرنے کی بجائے ان کو سمیٹ کر رکھنا ضروری ہے، تاکہ یہ اتحادی کشتی ڈوبنے سے بچ سکے۔ یہ اس کشتی کے ملاح کی مجبوری ہے۔ ان اتحادیوں میں ایک ایسا اتحادی بھی شامل ہے جو اس کشتی میں سوار بھی ہے اور اسے موقع بہ موقع بھنور میں پھنسانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ چاہے اسے آر جی ایس ٹی یا پٹرولیم کی قیمت میں غیر معمولی اضافے کی حکومتی کوشش کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس کی اس کوشش کی تحسین کی جانی چاہئے کہ اس کی وفاداریاں بظاہر عوام کے ساتھ ہیں نہ کہ حکومت کے ساتھ ہے۔

امریکہ سے شائع ہونے والے اخبار کرسچین مانیٹر کے ایک تجزیہ نگار نے یہ لکھا ہے کہ ''مرکزی حکومت سے متحدہ قومی موومنٹ کا نکلنا ڈوبتی ناؤ سے خود کو بچانا ہے۔'' حالانکہ متحدہ قومی موومنٹ کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ رواں کشتی سے خود علیحدہ نہیں ہوتی کیونکہ اس کو خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں 1992ء کی طرح لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ البتہ وہ اپنے سامان کی حفاظت اور خریداروں میں اضافہ کے لئے ہر کشتی پر سوار ہو جاتی ہے اور اگر موقع ملے تو اپنے سامان کو دوسری کشتی میں منتقل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ البتہ اسے اس کی اس مہارت پر داد دینی چاہئے کہ وہ اپنے مال کے خریداروں میں کبھی کمی نہیں آنے دیتی۔ یہی تو وجہ ہے کہ اخبار کے تجزیہ نگار نے اسے ''کنگ میکر'' قرار دیا ہے۔ متحدہ قومی موومنٹ کو اس بات کا اچھی طرح ادراک ہے کہ بادشاہ ہونے سے ''بادشاہ گر'' ہونا زیادہ اہم ہے۔ بادشاہت کے کھکھیڑ میں پڑے بغیر امور مملکت پر اپنا دباؤ رکھنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ بادشاہوں کو بھی خوب معلوم ہے کہ اگر بادشاہ گر ناراض ہوگیا تو ہماری بادشاہت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ البتہ بادشاہوں میں کوئی ایسا بادشاہ بھی ہوتا ہے جو موقع ملنے پر بادشاہ گر کی ایسی تیسی کرنے سے نہیں چوکتا۔ اس بات کا خوف بادشاہ گر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ بادشاہت کی کشتی میں سوار رہے، خواہ بادشاہ کوئی بھی ہو۔ پھر کشتی کی سواری کا اپنا مزہ ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ مزے لوٹتا ہے اور دوسری طرف وہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہمیں کشتی میں سوار ہونے کا کوئی شوق نہیں۔ بادشاہ گر کی موجودہ بادشاہ کی کشتی میں واپسی اس کی زندہ مثال ہے۔ یوں سمجھئے کہ اگر ایک جانب ملاح مجبور ہے تو دوسری طرف کشتی کے اس سوار کی بھی اپنی مجبوری ہے۔ بہرحال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

دریائے سیاست کی موجوں کو بے رحم کہا جاتا ہے۔ آج پیپلز پارٹی کی کشتی مثل خورشید کبھی ادھر ڈوبتی ہے تو ادھر ابھر جاتی ہے اور کبھی ادھر ڈوبتی ہے تو ادھر نکل آتی ہے۔ ایسی کشتی کی سواری سے بالعموم پرہیز ہی کیا جاتا ہے، جس کے ہر دم ڈوبنے کا امکان ہو۔ وقتاً فوقتاً اس کشتی سے چھلانگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مفاہمت بر وزن منافقت کی پالیسی کب تک اس کشتی کو رواں رکھ سکتی ہے۔ اپنی نیک تمنائیں سب کے ساتھ ہیں خواہ وہ ڈوبنے والے ہوں، ڈوبنے سے خود کو بچانے والے ہوں یا ڈبونے والے ہوں۔ البتہ شدید اندیشہ ہے کہ کہیں ہم وطنوں کا وہ حال نہ ہو کہ ؎

اے موج حوادث اُن کو بھی دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

قدرت کی طرف سے وقتاً فوقتاً تھپیڑے تو لگتے رہتے ہیں لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نتیجتاً مختلف فتنے سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ ہم فتنۂ دجالیت سے نکلیں اور اللہ کی طرف پلٹیں تو شائد ان فتنوں سے نمٹ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پاکستان کو پاکستان بنانے کے لیے ایک اور تحریکِ پاکستان کی ضرورت ہے

مولانا الطاف الرحمٰن
استاذ جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر

یہ ایک بدیہی اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کی تاسیس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر ہوئی تھی۔ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے اسلامی اور فقط اسلامی نظام کے تحت زندگی گزارنے کی آرزوئیں اور تمنائیں لے کر جان ومال کی بے مثال قربانیوں سے یہ ملک حاصل کیا تھا اور پھر بجا طور پر اپنی توقعات کے عین مطابق یہاں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اجراء وتنفیذ کے منتظر رہے، لیکن وائے بدنصیبی تریسٹھ سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ہم پاکستان کے مقصد وجود کو نہ پاسکے بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس سے ذہنی اور عملی طور پر دور ہوتے گئے اور اب صورتحال یہ ہے کہ دین اور اسلامی تہذیب کی خاطر جن انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی اور علیحدگی اختیار کی تھی آج ان ہی کے کافرانہ افکار اور کلچر کو اپنے ہاں عام کر رہے ہیں۔ مخصوص طبقات اسی کو روشن خیالی اور ملکی ترقی کا کامیاب طریقہ باور کرا رہے ہیں اور ملکی وسائل کا ایک بہت بڑا حصہ اسی پر صرف کر رہے ہیں۔

ہمارے دین کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہیں، ان ہی کی تعلیمات کو عام اور اس پر عمل کرنے کے لیے یہ ملک بنا تھا، لیکن اب ان ہی کو زندگی کے ہر شعبے سے بے دخل کیا جا رہا ہے اور کفر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس ملک کو بڑی تیزی سے سیکولرازم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران ہم نے مجموعی طور پر پاکستان میں اسلامی نظام کی تنفیذ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے کو پس پشت ڈالا، جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ہم پر قسم قسم کے عذاب نازل کیے۔ اس عذاب کی کلی اور اصولی شکل تو مادیت زدہ، خودغرض اور ایمانی غیرت وحمیت سے خالی ہر طرح سے نااہل حکمرانوں کا تسلط ہے اور اس کی بے شمار جزئی اور فروعی شکلوں میں نصف ملک کو گنوانے کے بعد آئے روز کے بحرانات ہیں، جن کی وجہ سے قلبی اور روحانی سکون تو غارت ہے ہی، اب تو ایک عرصے سے ملک میں سب کچھ موجود ہوتے ہوئے عوام الناس اپنی زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے ترستے ہیں۔

پاکستان کا تمام تر ماحول بدترین طبقاتی اونچ نیچ کا منظر نامہ پیش کر رہا ہے۔ ایک طرف ملکی وسائل کی بے رحمانہ لوٹ مار ہے جس میں حکمران اور ان کے گرد وپیش کے سارے لوگ حصہ بقدر جثہ کے مطابق شریک ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف ملکی محاصل سے انصاف نہیں کرتے بلکہ باہر سے قرضوں اور امداد کے نام پر آمدہ بڑی بڑی رقوم کو ناجائز کمیشنوں اور ظالمانہ مراعات کے نام پر ہڑپ کر جاتے ہیں اور دوسری طرف پاکستان کی غریب آبادیاں سدِ رمق کے لیے بڑی ذلت اور اذیت کے مراحل سے گزرتی ہیں۔ سخت بدامنی، کمر توڑ مہنگائی اور بجلی اور گیس کی روز افزوں لوڈ شیڈنگ کے باوجود اس کے نرخوں میں آئے روز کے اضافوں سے رعیت زندگی سے بیزاری کی حد تک پہنچ گئی ہے، لیکن حزبِ اقتدار و اختلاف دونوں کو اپنی انا کی تسکین کے لیے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کارروائیوں اور ملکی وسائل ومناصب کی بندر بانٹ سے فرصت نہیں۔

مقتدروں کی غیرت وحمیت امریکی آقاؤں کے ہاں گروی رکھی جا چکی ہے۔ ان کا ضمیر اس حد تک بے حس اور مردہ ہو چکا ہے کہ ملک وملت کی خاطر اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگانے والے سرفروشوں کو کافروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بے دھڑک مار مار کر اور پکڑ پکڑ کر قید وبند اور غیر انسانی تشدد کی صعوبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی حکمرانوں کی طرح ایمان و ضمیر کے اثاثوں سے دستبردار ہو جائیں۔

بے شک ملک میں ہر قسم کے ادارے موجود ہیں، لیکن یہ تمام ادارے افسر شاہی اور دوسرے بارسوخ لوگوں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں، عام لوگوں کی خدمت سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ سب اپنے آپ کو حاکم اور عوام کو محکوم سمجھتے ہیں، سو ان کے کسی حق کے قائل نہیں ہیں۔ محکموں کے اہلکار بڑی بڑی تنخواہیں اور مراعات وصول کرتے ہیں لیکن رشوت کے بغیر اپنے منصبی فرائض کو بھی ادا کرنے کے قطعاً روادار نہیں ہوتے۔ ان کے خلاف کسی شکوے شکایت کے کارگر ہونے کی کوئی سبیل موجود نہیں ہے۔ تمام وزراء اپنے محکموں کی خالی آسامیوں کو پر کرنے کے لیے لاکھوں روپے کی رشوتوں کے بغیر کوئی بھرتی نہیں کرتے۔ چنانچہ عام طور پر ان بھرتیوں کے نتیجے میں ہر شعبے میں نااہلوں کی بھرمار ہوتی ہے، جن کی کام چوریوں اور بدانتظامیوں سے محکموں کا ستیاناس ہو جایا کرتا ہے اور یہ کسی معتد بہ افادی حیثیت کے بغیر قومی خزانے پر محض بوجھ بن جاتے ہیں۔ یہ صورت حال ہر جگہ پر ہے اور اس کی اصلاح کے دور دور تک کوئی امکانات نظر نہیں آتے، کیونکہ ادنیٰ سے لے کر بہت اعلیٰ سطح تک بے ایمانی اور خیانت کا زہر سرایت کر چکا ہے اور احتساب ومؤاخذے کا کوئی حقیقی اور کارگر طریقہ کہیں بھی موجود نہیں ہے۔

ہر دفعہ نئے آنے والے حکمران سابقہ حکمرانوں کے خلاف عدالتوں میں بدعنوانیوں کے بہت بڑے بڑے مقدمات دائر کرتے ہیں، جن پر قومی خزانے کے کروڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، لیکن پھر باہمی سمجھوتہ بازیوں سے یا تو ان کو واپس لے لیا جاتا ہے یا پیروی نہ کرنے کی وجہ سے عدالتوں سے خارج کر دیئے جاتے ہیں۔ پاکستان کے علاوہ دوسرے ترقی پذیر ممالک میں بھی اگرچہ ایسی مثالیں عنقا نہیں، لیکن اسلام کے نام پر بنے ملک میں ''این آر او'' کے نام سے اتنے بڑے پیمانے پر مجرموں کی باہم دیگر ہم کاریاں اور قومی سطح کے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے اربوں روپے کے بنک قرضوں کی معافیاں پاکستانی تاریخ کے وہ شرمناک ترین

واقعات ہیں جس نے ملک کو قوموں کی برادری میں کسی حیثیت کا نہیں چھوڑا۔

عدلیہ کا ایک وسیع سلسلہ موجود ضرور ہے لیکن اولاً تو اس سے حصولِ انصاف کا طریقہ بہت پُر پیچ اور مشکل ہے، اس طریقے سے حصولِ انصاف کے لیے عمرِ خضر اور دولتِ قارون کی ضرورت ہے، سو عام طور پر شریف لوگ اسے لاحاصل ضیاعِ وقت و مال سمجھ کر اس سے دور رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں، ثانیاً اگر عدلیہ واقعی کوئی مؤثر اور جاندار کردار ادا کرنے کے موڈ میں ہو تب بھی حکمران اس کی راہ میں کوہِ گراں کی طرح حائل ہو جاتے ہیں اور اس کے کسی بڑے فیصلے کی تنفیذ ہرگز نہیں ہونے دیتے اور یوں عدل وانصاف کے تقاضے تشنہ رہ جاتے ہیں۔ پرویز مشرف کے بعد دو ڈھائی سالہ جمہوری دور میں یہ ڈرامہ کس طرح رچایا جا رہا ہے، باخبر اور سنجیدہ خاطر لوگ بڑے دکھ اور اذیت کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

نہ ختم ہونے والے روز افزوں بم دھماکوں اور اغواکاری کی مسلسل سنگین وارداتوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ملک پر حکومت کی گرفت اور کنٹرول آخری حد تک ختم ہو چکا ہے۔ حکومت کے بہت سے اعلیٰ اور ذمہ دار افراد بھی گھسے پٹے بیانات داغنے کے سوا اور کسی کام کے نہیں ہیں۔ عوام اور حکومت کے درمیان بے اعتمادی آخری حدود کو چھونے لگی ہے۔ حکومت کی اسلام دشمن اور عوام دشمن پالیسیوں نے بہت سے معقول لوگوں کو بھی منفی سوچوں کی طرف دھکیل دیا ہے جس سے اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کے دشمن دھڑا دھڑ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ مشرف دور سے کفر نوازی کا جو واضح اور صریح سلسلہ چل پڑا، بعد کے دور میں بھی اس میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوا۔ اسلام آباد میں جامعہ حفصہ کی معصوم بچیوں کو جس سفاکانہ طریقے سے امریکہ کو خوش کرنے کے لیے فاسفورس بموں سے بھسم کیا گیا اسی ہی کی نحوست ہے جو ملک کے چپے چپے پر چھائی ہوئی ہے اور خونریزی کی نت نئی شکلوں کو جنم دے رہی ہے۔ موجودہ جمہوری دور میں ملک کے مختلف حصوں اور بالخصوص شمالی وزیرستان میں امریکی ڈرون حملوں میں جو بے گناہ لوگ شہید ہو رہے ہیں وہ نہ صرف ہماری سلامتی اور خود مختاری پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں بلکہ اہلِ وطن پر بلاوجہ ظلم و بربریت کی یہ سفاکانہ کارروائیاں اور ان میں حکمرانوں کی مرضی بلکہ تعاون و شراکت کروڑوں پاکستانیوں کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی ہے۔

ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ امریکی قاتلوں کے مختلف گروہ ملک کے طول و عرض میں قتل و غارت اور مار دھاڑ کی وارداتوں میں ملوث ہیں۔ امریکی سفارت خانے اور قونصل خانے قلعوں اور اسلحہ خانوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ وہیں سے ان غارت گروں کی تشکیل وتنظیم ہوتی ہے اور اگر کہیں ہماری پولیس یا کوئی دوسرا ادارہ ان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو فوراً خود حکومت اس راہ میں مزاحم ہوتی ہے اور کسی امریکی کا بال بیکا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ واضح بات ہے کہ کوئی خوددار اور بااختیار آدمی دشمن کو اپنے وطن میں اس طرح سے خودسری کرنے نہیں دیتا، لیکن جیسا کہ سب کو معلوم ہے وہ امریکہ کے زرخرید غلام ہیں، امریکیوں کو لگام دینے کی ان میں ذرا برابر سکت نہیں ہے۔

جمہوری ممالک میں پارلیمنٹ کا فیصلہ حرفِ آخر گردانا جاتا ہے اور انتظامیہ پورے ملک میں اسے نافذ کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ پاکستان میں اولاً تو ملکی سطح کے بہت بڑے بڑے کام پارلیمنٹ سے بالا بالا ہی اپنے آقاؤں کی مرضی کے مطابق نمٹا دیئے جاتے ہیں اور اگر سوءِ اتفاق سے کوئی اہم بات پارلیمنٹ میں آ ہی جاتی ہے اور پارلیمنٹ اس پر متفقہ رائے دے دیتی ہے تو بھی انتظامیہ اسے پرکاہ کی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ پارلیمنٹ کی ایسی بے وقعتی کے ساتھ پاکستان میں جمہوریت کی کارفرمائی کا کوئی موقعہ باقی بچتا ہے؟

اسلامی نظریاتی کونسل پر ملکی خزانے کی کتنی خطیر رقمیں خرچ ہوتی ہیں، لیکن اس کی کسی سفارش کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ اور اب تو عرصہ سے اس مؤقر ذمہ دار علمی ادارے کے سربراہ اور اراکین کا تقرر بھی علمی صلاحیتوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ سیاسی رشوتوں کے نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کی سفارشات کی کیا علمی اور دینی حیثیت ہوگی؟

غرض ملک کی مجموعی صورتحال نہ صرف ابتر بلکہ سخت تشویشناک ہے، لیکن بایں ہمہ اصلاحِ احوال کا کوئی طریقہ پروان نہیں چڑھتا۔ سیاسی جماعتوں کے کرتا دھرتا ملک وقوم کے لیے کچھ کرنے کے بجائے حکمرانوں سے بڑھ کر امریکہ نوازی کے ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔ وکی لیکس کے انکشافات نے ان سب خدشات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے جو سمجھدار لوگ بہت عرصے سے محسوس کرتے تھے۔

ملک کے طول و عرض میں قرآن وحدیث کے وابستگان کی کوئی کمی نہیں، لیکن ان میں عوامی سطح پر جو نسبتاً فعال اور سرگرم ہیں وہ بھی مغربی جمہوریت کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں اور اہلِ وطن کو اسی میں بند رکھنے کے لیے کوشاں ہیں، حالانکہ تریسٹھ سال کی اس سیاسی دشت پیمائی سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مغربی جمہوری نظام اور انتخابات سے حکمرانوں کی شکلیں تبدیل ہو سکتی ہیں، اس سے اہلِ وطن کی تکالیف اور مصیبتوں کا مداوا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایک ملک گیر عوامی انقلابی تحریک کی ضرورت ہے جو اس فاسد نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دے اور اسلامی عدل و مساوات کی بنیاد پر ایک نئے نظام کی بنیاد رکھ دے۔ اس تحریک کی قیادت فقط ان علماء وصلحاء کے ہاتھوں میں ہو جنھوں نے مروّجہ سیاسی بھینس کا دودھ ہرگز نہ پیا ہو، ورنہ اس دودھ کے لذت آشنا اس تحریک کو پھر اسی طرح ہائی جیک کریں گے جیسا کہ پہلی تحریک پاکستان ہائی جیک ہوئی اور سوائے اس کے کہ معاشی استحصال کی باگیں ہندوؤں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر چند مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئیں اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

کم وبیش ڈیڑھ دو سال پہلے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے بہت سے علماء نے "تحریک نفاذِ اسلام" کے نام سے اسی طرح کے ایک عمل کا آغاز کیا تھا، جس سے طبقۂ علماء کو بہت اُمید پیدا ہو گئی تھی کہ شاید اس ذریعے سے یہ ملک اپنی منزلِ مراد پا سکے، لیکن نامعلوم کیوں وہ سلسلہ آگے نہ چلا۔ ہم مولانا اور ان کے رفقاء کار و متعلقین سے زوردار اپیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ خدارا اپنی مؤمنانہ اور عالمانہ ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے پاکستان کے ہر مکتبۂ فکر کے علماء سے مل کر اور انہیں ایک انقلابی تحریک پر آمادہ کر کے کام شروع کریں۔ خلوص اور عمل کے ہتھیاروں سے لیس اہلِ علم کی محنت رائیگاں ہرگز نہیں جائے گی۔ اہلِ وطن یاد رکھیں کہ تبدیلی ناگزیر ہے۔ اگر صالح قیادت کا ساتھ نہ دیا گیا تو لازماً ایک خونی انقلاب آئے گا جس کے اچھے اور برے انجام کے بارے میں سردست کوئی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو سالم اور محفوظ رکھے اور جلد سے جلد اپنے مقصدِ وجود سے ہمکنار فرمائے۔ آمین ثم آمین!

"Pakistanis are poor but Pakistan is not a poor country," He claims that this huge quantity of wealth can be used for:

* Tax free budget for 30 years.
- Can give 60 million jobs to all Pakistanis
- Constructing 4-Lane roads from any village to Islamabad.
- Ensure for ever free supplies to more than 500 social projects
- Financial assistance of Rs 20,000 per month to every citizen for 60 years.
- Disbanding the need of World Bank and IMF.

Think how our money is looted and blocked by rich corrupt politicians. It is only the story of the Swiss Banks. What about others throughout the Western Capitals? Let us put a few questions! Are we not facing the same situation as the Egyptians are having under Husni Mubarak? Are our rulers not subservient to America like Mubarak who is serving the cause of Israel and we the cause of America in Afghanistan?

Can we ask these thieves to at least put these huge sums of money in Pakistani Banks? Are we determined to reject this class of thieves in future who have sold our body and soul? Are these politicians in the know that they have created the same atmosphere as that in Egypt? Are they ready to respond to the situation and read the writing on the wall? Will someone heed to it?

تنظیم اسلامی، منفرد اُسرہ لالہ موسیٰ، حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام

13 مارچ، 2011ء بروز اتوار بعد نماز عشاء

کمیونٹی سنٹر، عیدگاہ روڈ، (نزد بٹ میڈیکل سٹور) لالہ موسیٰ، ضلع گجرات میں

نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان

جناب خالد محمود عباسی

"سیرت النبی ﷺ کا انقلابی پہلو"

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے

برائے رابطہ: رانا ضیاء الحسن 0333-8419991

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ماہ مارچ کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

مشمولات

☆ امریکی ڈرون حملے — آخر کب تک؟ — ایوب بیگ مرزا
☆ نبی اکرم ﷺ بحیثیت منتظم — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ مقام نبوت اور نبی اکرم ﷺ کی جلالتِ شان — عتیق الرحمٰن صدیقی
☆ ظالم مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج: امام ابوحنیفہؒ کا طرزِ عمل — سید مناظر احسن گیلانی
☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور دُعا — کرن
☆ نیک والدین اور اولاد — حافظ محمد مشتاق ربانی
☆ نومولود کے حقوق — حافظ محمد زاہد
☆ تحریک تجدّد اور متجدّدین (مسلسل) — حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیانُ القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ ملتان" میں

مبتدی تربیتی کورس

6 تا 12/ مارچ 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

11 تا 13/ مارچ 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: ڈاکٹر طاہر خاکوانی 0321-6313031/061-8149212

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638 0333-4311226

Muhammad Faheem

The Looted Money

The Federal Minister for Agriculture told the VOA. Urdu Program, "In the News" on the evening of Feb. 8, 2011.that Pakistan had sufficient wheat stock and is in a position to export the surpluses to any country any time. His tall claim was repudiated there and then by another participant, probably an environmental expert, sharing his views with the listeners. The minister had further claimed that every citizen enjoys food security and that everyone has easy access to the stock and there was nothing to be worried about regarding food security. The common observation is that almost all the masses belonging to the lower and lower middle class are suffering under the extreme economic pressure as they cannot afford to purchase the food items with these sky-rocketing prices. How come that the minister is claiming every one is quite well off with the situation. Either the honorable minister's claim is due to lack of knowledge about the actual position or it is a way of befooling the public at large. If we are so self sufficient, then why we are carrying the begging bowl in our hands on the pretext of natural or man-made disasters.

In the same program another participant expressing his views, referred to such a situation as "mafia" who conspire to manipulate the situation in such a way where the "export" of the so-called surpluses become tangible for dealing with heavy kickbacks. After some period of time they declare that particular commodity (s) as short and urgently needed to be imported into the country, again with heavy under-the-table deals. (Recollect the sale of sugar to India and then repurchase it again for import in one of the past governments in the 90's) This mafia is regularly inflicting heavy blows on the national economy and the things go on unnoticed. This is one way the politicians assisted by bureaucrats are becoming billionaires overnight.

Of course, people like the Minister, his colleagues in the elite class and other of the same fortunes are self sufficient in everything including the luxuries, leave alone the food items. The rampant hunger, unemployment and the repressive economic policies of the ruling class have forced the poor class to commit suicides on the daily basis along with their children and dependents. This situation has been skillfully exploited by the international players and they have managed to flood Pakistan with the tsunami of NGOs carrying on their specific agenda with some food and other items distributed amongst the hunger stricken masses. The government has no plan to provide employment and sustainable opportunities whereby people can earn their livelihood with honor and dignity. The Pakistani society is divided into two classes of haves and have-nots. The gap between these two classes is widening day by day. We have proved ourselves to be the biggest hypocrites and liars as far as our pledges of social justice, economic prosperity and fair play are concerned. We are being ruled by a class who do not have any agenda of their own. They take dictation along with loans from the powers that be and are running the country quite on ad-hoc arrangement. There is rampant looting and corruption on all levels. As such there is little ray of hope regarding future of the nation. An atmosphere of terror and chaos is prevalent. The internal terrorism coupled with the external one mostly engineered by our friend America with the assistance of Indian RAW has put the life of the nation in jeopardy and risk. Look at these drones and the Davis (es)! The majority of the people are living under the line of poverty while the elite class, mostly the politicians are living like kings and are dumping their wealth in the foreign banks.

According to a report, one of the Directors of the Swiss Banks has disclosed a fantastic figure of 28 trillion (28,000,000,000,000) Pak rupees deposits in the Swiss Banks. He says,

Acefyl Cough Syrup

Acefylline + Diphenhydramine

بچوں اور بڑوں کیلئے

Say Goodbye to Cough

Acefyl Cough Offers

- Bronchial smooth muscle relaxation
- Improved mucociliary clearance
- Anti-inflammatory effects
- Effective symptom relief from SAR
- Negligible gastric irritation
- Suitable treatment for patients of all age groups

Superior Nasal Decongestant

- Diphenhydramine is the 2nd highest prescribed antihistamine
- Provided clinically & statistically significant reductions in all symptoms of SAR, including nasal congestion vs placebo & desloratadine
- The superior relief that it offers for treating rhinitis without a separate decongestant should strongly be considered by physicians

Dosage	
Infants:	(4-12 months) $^{1}/_{4}$ teaspoonful 3 times daily
Children:	$^{1}/_{2}$-1 teaspoonful 3 - 4 times daily
Adults:	1-2 teaspoonful 3 - 4 times daily

Composition	120 ml bottle
Each 5ml contains	
Acefylline Piperazine ----------------	45 mg
Diphenhydramine HCl ----------------	8 mg

Full prescribing information is available on request

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion